زبان کے بڑے بڑے گناہ

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

بڑے بڑے گناہ

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حاذق الامت حضرت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زبان کے بڑے بڑے گناہ

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر و کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔134

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

☆ قاری عبدالعلام صاحب نزد مدینہ مسجد پورانی سیماپوری (نئی دہلی)

☆ حضرت مولانا ریاض صاحب قاسمی پورانی سیماپوری (نئی دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمان صاحب نزد مدینہ مسجد اتوار بازار اگر نگر مبارک پور (نئی دہلی)

KHANQUAH E ASHRAFIA
Maktaba Rahmat E Alam
Pali,Ghanshyampur
Dist Darbhanga,Bihar
Contact:
7654132008/ 7428151390
9674661519

فہرست مضامین

عناوین صفحات

اللہ تعالیٰ نے انسان کی جس ساخت اور حسین ترین ڈھانچہ میں کرۂ ارضی پر تخلیق فرمائی ہے وہ اپنے آپ میں قابل تعریف بھی ہے اور باعث تذکیر بھی۔ سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ۔ (سورہ فصلت آیت: ۵۰)

ہم عنقریب انہیں اپنی آیات اور نشانیاں سارے دنیا جہاں میں دکھائیں گے، اور اپنی نشانیاں خود انسانوں کے وجود میں بھی دکھائیں گے۔

جسمِ انسانی کے اجزاء، چہرہ، دل، آنکھ، کان، ناک اور زبان کی شریعت میں بہت زیادہ اہمیت ہے، اسی لئے ان پر قرآن وسنت میں بہت ہی شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا گیا ہے، زبان کے سلسلہ میں قرآنی ہدایات اور احادیث میں مختلف مقامات پر تنبیہ کی گئی ہے۔

زبان دل کی ترجمان ہے، اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو پھر بہت سارے قلبی امراض ومعاصی سے نجات بہ آسانی مل سکتی ہے، زبان بندہ کے اعضاءِ جسم میں سے ایک مصروف ترین جزء ہے جو ہر وقت ہر جگہ سوائے اوقاتِ خواب کے مصروفِ عمل رہتا ہے، دنیا کے سارے نظام اسی زبان کے ذریعہ جاری وساری ہیں، اس لئے ضروری ہوا کہ اس کے نفع ونقصان پر بھی غور کیا جائے کہ اگر اس کو اللہ کی مرضی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کے مطابق استعمال کیا گیا تو پھر اس سے صحیح اقوال واحکام جاری ہوں گے اور اگر اس کو مرضیٔ خدا کے خلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے خلاف استعمال کیا گیا تو اس سے صادر ہونے والے الفاظ ومسائل غلط اور ضرر رساں صادر ہوں گے۔

اس کو ٹھیک رکھنے کیلئے نگرانی ضروری ہے، جس طرح تیر کو کمان پر چڑھانے سے پہلے دس بار آدمی غور وفکر کر لیتا ہے کہ اس جگہ سے تیر چلانا مناسب اور سودمند ہوگا یا نہیں؟ تب ہی تیر کو شکار پر یا کسی مخلوق پر چلاتا ہے، اگر کوئی شخص بے محل اور غیر موزوں جگہ سے تیر نشانہ پر چھوڑتا ہے تو ممکن ہے خطا کر جائے اور نقصان دہ ثابت ہو، ایسے ہی زبان کے استعمال کا معاملہ ہے اگر کوئی لفظ بغیر سوچے سمجھے زبان سے بولیں گے تو ہوسکتا ہے مخاطب کو نقصان یا اس کی ایذاء و دل شکنی کا سبب بن جائے، یا خود متکلم کیلئے مضر ہو جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ (سورہ ق/۱۸)

آدمی جو بات زبان پر لاتا ہے وہاں ایک فرشتہ نگرانی کرنے والا پہلے سے مقرر ہے جو اس کو لکھتا ہے، اگر اچھی بات ہے تو ثواب یا نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر زبان سے کوئی بری بات کہی گئی ہے تو گناہ لکھ دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔ اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ۔ مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ ذَنْبُهُ۔ جو زیادہ بولتا ہے اس کے گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں، قرآن شریف میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔ (سورہ احزاب: ۷۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو، اس کی برکت سے تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ درست اور ٹھیک کر دے گا۔

ہم سے بہت سارے گناہوں کا صدور اسی زبان کے بے جا استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے، مگر ہم اس پر غور نہیں کرتے، اسی زبان کے بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے آپس میں اختلاف اور شدید کشمکش کے مسائل پیش آتے ہیں، اسی زبان کی خرابی کی وجہ سے بہت سے بُرے اخلاق صادر ہو جاتے ہیں، اسی کی وجہ سے ہمیں ذلت ورسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، دوسری طرف

اسی زبان کی شرافت وحفاظت سے ہمیں عزت بھی ملتی ہے اور محبت بھی ، راحت بھی ملتی ہے اور رحمت وبرکت بھی۔

غرض زبان اچھی ہے تو ہم خدا اور اس کے بندوں کی نگاہوں میں بھی اچھے ہیں اور اگر زبان خراب ہے تو ہم اللہ کے اور اس کے بندوں کی نگاہوں میں بھی مبغوض وملعون ہیں، اور ایک مؤمن کیلئے معاملہ یہیں تک نہیں ہے بلکہ آخرت کا معاملہ بھی اس سے مربوط ہے، اگر زبان کارِ خیر کیلئے استعمال ہوتی ہے تو آدمی جنت کا مستحق ہوگا، ورنہ سبقتِ لسانی اور بدزبانی کے سبب وہ جہنم کے گڑھے میں بھی گر سکتا ہے۔ اسلئے آپ اس کتاب کو دھیان سے پڑھئے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ زبان کی کتنی اچھائیاں ہیں اور کتنی خرابیاں؟ کیسے کیسے گناہ ہیں اور کیسی کیسی رسوائیاں۔

تمام اخلاق کا دارومدار اسی زبان کی صداقت پر موقوف ہے، آپ کی زبان اچھی ہے تو آپ کے اخلاق اچھے ہیں اور زبان خراب ہے تو اخلاق خراب ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ زبان کو صحیح رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو صحیح کیا جائے ، دل کو معصیتوں اور گناہوں کی پلیدگیوں سے پاک کیا جائے تب ہی زبان پاک صاف ہوسکتی ہے ورنہ نہیں، اسلئے کہ زبان دل کی ترجمان ہے، دل میں نیت اچھی ہے تو زبان پر اچھی اور مؤثر بات آئے گی، اور دل میں فتور ہے تو زبان پر اچھی بات بھی الفاظ کے بُرے لباس میں ظاہر ہوگی، جس سے متکلم اور مخاطب دونوں کو نفع کے بجائے نقصان ہوگا، اسی لئے کہتے ہیں کہ ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، بہرحال آپ اس کتاب کو پڑھئے اور اپنی زبان کی اصلاح کا اس سے پورا سامان کیجئے۔

(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

۱۵ ربیع الاول بروز چہارشنبہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۲ء

زبان کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اُن میں سے ایک اہم نعمت ''زبان'' بھی ہے۔ اس نعمت کے ذریعہ انسان بولتا اور اپنی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ یہی خاصیت اظہار مافی الضمیر کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔لیکن یہی زبان انسان کے لیے خیر کا سرچشمہ بھی ہوتی ہے اور برائی کے گڑھوں میں لے جانے کا سبب بھی۔

اسلام کی تعلیمات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام اس کی حفاظت اور اِس کے صحیح استعمال کی صرف تاکید ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے غلط استعمال کی سختی سے ممانعت بھی کرتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔'' (الاحزاب:۷۰)

زبان کی حفاظت کا حکم حدیث میں

نبی مہربان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف مواقع پر زبان کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔

ذیل میں چند احادیث اسی عنوان کے تحت پیش کی جارہی ہیں۔

خاموشی کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔'' (ترمذی)

اس حدیثِ مبارکہ میں خاموشی کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ خاموشی انسان کے لیے دنیاوی مسائل سے بچاؤ اور اخروی عذاب سے نجات کا باعث ہے۔

اس لئے کہ زیادہ گفتگو انسان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ بے معنیٰ کلام کرے اور کثرتِ کلام کی وجہ سے ہی انسان یہ احساس کھو بیٹھتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے آیا کچھ فائدے مند بھی ہے یا نہیں۔ زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے انسان اکثر اپنی باتوں کو طول دینے کے لیے من گھڑت قصے کہانیاں بیان کرتا ہے۔

یہ فعل ایک تو وقت کے ضیاع کا سبب ہوتا ہے اور دوسرے جھوٹ کے دائرے میں بھی آتا ہے۔ ایک اور حدیث میں خاموشی کی حکمت اس طرح بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خاموشی حکمت ہے (لیکن) اس کے کرنے والے (یعنی خاموش رہنے والے) کم ہیں۔'' (دیلمی)

اس حدیثِ مبارکہ میں خاموشی کو حکمت و دانائی سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی حکمت و دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بقدرِ ضرورت کلام کرے، بلا ضرورت کلام انسان کو نفع کی جگہ نقصان دے گا۔ انسان جب بولتا کم ہے تو سوچتا زیادہ ہے جس سے اُس کے ذہن کے دروازے کشادہ ہوتے ہیں۔ علم و حکمت اور دانائی کی باتیں ذہن میں گھر کر لیتی ہیں، پھر وہ جب بھی بات کرتا ہے اس کی باتیں بھی حکیمانہ ہوتی ہیں۔ وہ اِس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتا ہے کہ مجھے کن باتوں سے احتراز کرنا چاہیے اور کن مواقع پر بات کرنی چاہیے۔

زبان کی حفاظت کرنے سے جھوٹ اور گناہوں سے حفاظت ہوگی

حضرت عبداللہ بن سفیانؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیے کہ آپؐ کے بعد کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کہہ کہ میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے بعد اِس ایمان پر ثابت قدم رہ۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! میں کس چیز سے اجتناب کروں؟ آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ میں ایمان اور اِس پر استقامت کے بعد جو سب سے اہم کرنے کا کام بتایا گیا ہے۔ وہ زبان کو بلا وجہ استعمال سے اجتناب کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ زبان کے بے جا استعمال سے انسان کئی خطاؤں کا مرتکب ہوسکتا ہے، لہٰذا اگر زبان کی حفاظت کی جائے اور اسے بے لگام نہ چھوڑا جائے تو بے شمار ایسے گناہ ہیں، جن سے انسان محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔ اگر آدمی نے زبان کی حفاظت کی تو جھوٹ جیسے عظیم گناہ سے انسان محفوظ رہے گا۔

گناہوں اور جھمیلوں سے نجات کا راستہ

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: نجات کا راستہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھ اور تیرے لیے تیرا گھر کافی ہونا چاہیے (یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکل) اور اپنی غلطی پر (نادم ہو) آنسو بہا۔'' (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ میں تین امور کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔ پہلی بات زبان سے متعلق فرمائی کہ ''اپنی زبان پر قابو رکھ'' یعنی زبان بے فائدہ گفتگو نہ کرے بلکہ اس سے

جب بھی اظہارِ کلام ہو تو وہ کلامِ احسن ہی ہو دوسرا نہ ہو۔ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ''تیرا گھر تجھے کافی ہونا چاہیے۔'' یعنی بلا وجہ اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں گھومنا چاہیے۔ یہ بات دراصل پہلی بات کی تشریح ہے کہ انسان جب گھر سے باہر جاتا ہے تو کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ کہیں جھوٹ بولنا پڑے گا تو کہیں کسی سے باتوں میں مشغول ہو کر غیبت بھی ہو جائے گی یا خدانخواستہ فحش کلامی کی نوبت بھی آئے گی۔ لیکن اگر انسان گھر سے کم ہی نکلے گا تو لوگوں سے اِس طرح کی باتیں کرنے کے مواقع بھی کم ہی میسر آئیں گے اور انسان اِن تمام اور اِن جیسے تمام گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ آخری نصیحت یہ فرمائی کہ ''اپنی غلطی پر (نادم ہو کر) آنسو بہا۔'' یہ بات اس لیے فرمائی کہ انسان اس بات سے غافل نہ ہو جائے کہ وہ فضول کلام کے بعد اب اطمینان سے بیٹھ جائے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالٰی کے حضور معافی کا خواستگار ہو کہ اُس نے جو گناہ کیے ہیں اُن گناہوں پر اُسے ندامت ہے۔ اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ زبان کا معاملہ کتنا حساس اور نازک ہے۔

زبان کی حفاظت کرنے والے کیلئے جنّت کی ضمانت ہے

حضرت سہل بن سعد الساعدی رحمۃ اللہ علیہ، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنے دونوں کانوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز یعنی شرمگاہ سے بچنے کی ضمانت دے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔'' (بخاری)

یہ بہت مشہور حدیث ہے اور اس میں اِس بات کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ زبان کا صحیح استعمال انسان کو جنت جیسے اعلیٰ انعام کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ زبان اگر خیر کا منبع ہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کے مطابق اُن کی اطاعت میں استعمال ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے صلے میں اپنا سب سے بڑا انعام جنت عطا فرمائیں گے۔ اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زبان کی حفاظت پر جنت کی ضمانت کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا اِس میں کسی تردد کی گنجائش نہیں ہے اور آدمی کو صرف اِس بات پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی زبان کی لغزشوں سے میں جنت سے دور کردیا جاؤں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی ہے تو لازماً کوئی ایسی بات ہے جو اس زبان کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے ہمارے لیے وبال کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ زبان کو قابو میں لاکر اور رکھ کر اسے نیک اعمال کے دائرے میں لایا جائے اور اس کی سختی سے حفاظت کی جائے۔

جو پیٹ، شرمگاہ اور زبان کے شر سے محفوظ رہے گا ہر شر سے محفوظ رہے گا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے پیٹ، اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان کے شر سے محفوظ رہا، وہ ہر طرح کے شر سے محفوظ رہا۔'' (دیلمی)

اس حدیثِ مبارک میں تین امور کی جانب متوجہ فرمایا گیا ہے کہ پیٹ، شرمگاہ اور زبان انسان کو شر میں مبتلا کرسکتے ہیں اگر ان کو حق کے ساتھ نہ رکھا گیا۔ پیٹ، انسان کو شر

میں اِس طرح واقع کرسکتا ہے کہ انسان اس پیٹ کوحرام خوری کا منبع بنا دے یا، اکلِ حلال کے ساتھ حرام کی آمیزش بھی کردے، یا مکمل طور سے حرام اشیا کا استعمال کرے اور اس پیٹ کو بھرنے کے لیے پھر اِس بات سے بے فکر ہو جائے کہ جو چیز اس پیٹ میں ڈال رہا ہوں وہ حلال ہے یا حرام، تو وہ پیٹ کے شر میں مبتلا ہو جائے گا۔ شرمگاہ کا معاملہ یہ ہے کہ یہ شیطان کا ایک مؤثر ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ انسان کو ورغلانے کی چالیں چلا کرتا ہے لہٰذا اس کی حفاظت کی فکر بھی دامن گیر ہونی چاہیے۔ آخری بات زبان سے متعلق فرمائی گئی ہے کہ انسان اِس زبان کے ذریعے بھی شر میں مبتلا ہوسکتا ہے اور اسی زبان کے ذریعے اس کے شر سے مامون بھی رہ سکتا ہے۔ زبان کا شر یہ ہے کہ اس سے خوش کلامی کی جگہ بدکلامی کی جائے اور اِس بات کا احساس ترک کر دیا جائے کہ میری زبان کن جائز و ناجائز امور پر گفتگو کر رہی ہے۔ زبان کا ایک شر تو دنیاوی ہے اور دوسرا اخروی۔ دنیاوی اس اعتبار سے کہ زبان کی بے احتیاطی سے لڑائی جھگڑوں کا اندیشہ رہتا ہے اور اس سے انسان کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اور اخروی اِس لحاظ سے کہ اِس بے احتیاطی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بھی ہوتی ہے تو اخروی عذاب بھی بھگتنا پڑے گا۔ اِس لحاظ سے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ہم اگر اپنی زبانوں کے غلط استعمال سے گریز نہیں کریں گے تو لامحالہ وہ دن ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ جس میں ہم اِس بے احیاطی کا نتیجہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ انسان کا حال تو یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں اُس کی زبان اگر بے موقع کلام کرے تو اُس کے لیے کئی مسائل کا موجب بن جاتی ہے، جس کے بعد انسان پچھتاتا ہی رہتا ہے کہ میں نے کیوں یہ بات کہی کہ جس کی وجہ سے آج میں یہ دن دیکھ رہا ہوں۔ اور

ایک پچھتاوا اُسے آخرت میں بھی ہوگا جس دن وہ سوچے گا کہ کاش میں اپنی زبان کی حفاظت کرتا تو آج یہ عذاب نہ سہنا پڑتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دنیاوی اوراخروی زحمتوں سے بچنے کے لیے اپنی زبان کی حفاظت کی جائے اوراسے بے مہار نہ چھوڑا جائے۔

تلوار کا زخم مٹ جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا

زبان ایک عظیم نعمت ہے اور زبان سے ایمان کا اقرار کرنا ایمان کی بڑی علامت ہے۔

ہر بندۂ مسلم کو اپنی زبان کے سلسلے میں توجہ دینا بے حد ضروری ہے، اور زبان کو شریعت کی لگام ڈالنا چاہیے، چونکہ زبان انسان کے اعضاء میں سے سب سے زیادہ نافرمان، سب سے زیادہ گناہ گار اور سب سے زیادہ باعث فساد ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو ان کی زبانوں کی حرکتوں کے سبب جہنم میں ڈالا جائے گا۔

عربی کا مشہور شاعر جریر کا کہنا ہے:

وجرح السّیف تُدملُهُ فیبرا

ویبقی الدّھر ما جرح اللسان!

(ترجمہ: تلوار کا زخم مٹ جاتا ہے، لیکن زبان کا زخم زمانہ بھر باقی رہتا ہے۔)

سفیان بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں، فرمایا: ربی اللہ کہو، اور اس پر ثابت قدم رہو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی چیز ہے جس کا میرے سلسلے میں آپ کو سب سے زیادہ خوف ہے؟، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو ہاتھ لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

جس طرح بندے کو اپنے زبان کی حفاظت کرنا ضروری ہے اسی طرح گناہوں کی باتوں سے اپنے کانوں کی حفاظت کی بھی اس پر ذمہ داری ہے۔ چونکہ بُری باتوں کو سننا بھی کہنے والے کی طرح ہے لہٰذا اس سلسلے میں متنبہ رہنا ضروری ہے۔

زبان کی تباہ کاریاں

بہت سے امور میں زبان کی حفاظت کے سلسلے میں لاپرواہی اور غفلت نفس انسانی اور خواہشات کو متاثر کرتی ہے، زبان جہاں ایک نعمتِ عظمیٰ ہے وہیں یہ ایک آفت اور آزمائش بھی ہے، زبان کی بے شمار آفتیں ہیں جن میں سے چند ہم نے ذیل میں پیش کی ہیں:

۱۔: اللہ کے علاوہ کی قسم کھانا۔

۲۔: جھوٹی گواہی دینا۔

۳۔: لعن کرنا۔

۴۔: جھوٹ بولنا۔

۵۔: غیبت کرنا۔

۶۔: چغلی کرنا۔

۷۔: مذموم تعریف کرنا۔

ان کے علاوہ ہر وہ بُری بات جو زبان پر آتی ہے، زبان کی آفتوں میں شامل ہے۔

حضرت عطیہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجات کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو روکے رکھو، اللہ نے جو مقدر کیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ اور اپنی خطا پر رویا کرو۔

مومنین کو زبان کی تباہ کاریوں سے بچنے میں کوتاہی اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے، جو افراد غافل ہیں ان کے حق میں قرآن کریم مومنین کو یاددہانی کرانے کا حکم دیتا ہے: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الذاریات:۵۵)

اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

اور آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ زبان دو عظیم آفتوں کا سرچشمہ ہے، اگر انسان ایک سے بچتا ہے تو دوسری کا شکار ہو جاتا ہے، سوائے اُس شخص کے جسے اللہ بچائے، جس میں سے ایک زبان کو حرکت دینا ہے اور دوسری خاموشی ہے، کیونکہ حق کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرنے والا گونگا شیطان اور باطل کا طرفدار ہے۔

خاموشی بغیر دیوار کا ایک قلعہ ہے

ایک حکیم کا قول ہے:

چھ عادتوں سے جاہل کو پہچانا جاتا ہے:

۱۔ بے وجہ غصہ ہونے سے

۲۔ راز کا افشاء کرنے سے

۳۔ لوگوں سے اختلاف رکھنے سے

۴۔ بے موقع ہدیہ دینے سے

۵۔ دشمن اور دوست کو نہ پہچاننے سے

۶۔ بے فائدہ بات کرنے سے

علماء نے خاموشی کی سات طرح سے تعریف کی ہیں:

۱۔خاموشی بغیر تھکن کی ایک عبادت ہے۔

۲۔خاموشی بغیر زیور کی زینت ہے۔

۳۔خاموشی سلطان وحاکم کے درجے پر نہ ہونے کے باوجود رعب کا باعث ہے۔

۴۔اظہار معذرت سے بے نیازی کا ذریعہ ہے۔

۵۔خاموشی بغیر دیوار کا ایک قلعہ ہے۔

۶۔کراماً کاتبین کے لئے باعث راحت ہے۔

۷۔متکلم یعنی بات کرنے والے کے عیوب کا ستر ہے۔

لقمان حکیم کا قول ہے:

"خاموشی ایک حکمت ہے لیکن اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں"۔

زبان کے استعمال کے لیے اطاعت باری تعالیٰ اور اُس کا ذکر وشکر ایک وسیع میدان ہے، نیز انسان کے بس میں ہے کہ وہ اپنی زبان کو معاصی اور نافرمانیوں میں استعمال کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں استعمال کرے اور زبان کے ذریعے اپنے درجات کو بلند کرنے کی کوشش کرے، قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ (نمونے کا انسان)

زبان کی پہلی آفت اور پہلا مرض زبان سے اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات کرنا ہے جو اُسے ناپسند ہو۔

غیبت کیا ہے؟

یہ ایک خطرناک آفت اور عظیم آزمائش ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول سے غیبت کا مطلب بیان فرمایا:

تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے بارے میں وہ بات کرنا جو اسے ناپسند ہو، دریافت کیا گیا: آپ کیا فرماتے ہیں اُس قول کے بارے میں جو میرے بھائی میں موجود ہو، (اور اسے بیان کیا جائے) آپ ﷺ نے فرمایا: جو بات تم کہہ رہے ہو وہ اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی، اور اگر اُس میں وہ بات نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو پھر تم نے اُس پر بہتان لگایا۔ (غیبت ایک گندہ عمل ہے: از علاء الدین قاسمی)

غیبت کی مثالیں:

۱۔ انسان کے جسم کی بناوٹ کے سلسلے میں بات کرنا، جیسے کسی بھائی کو نابینا، اندھا، کالا اور ٹھگنا کہنا۔

۲۔ انسان کے حسب ونسب کے سلسلے میں بات کرنا جیسے غلام، یا نچلی ذات سے کسی کو یاد کرنا۔

۳۔ کسی کے پیشے کو حقیر جانتے ہوئے یاد کرنا جیسے فراش، حجام اور قصاب کہنا۔

۴۔ شرعی امور سے متعلق بات کرنا، جیسے کسی کو چور، جھوٹا اور شرابی وغیرہ کہنا۔

۵۔ انسان کے ظاہری وضع قطع سے متعلق حقارت آمیز بات کہنا جیسے کسی کو لمبی آستین والا، لمبے کپڑوں والا یا اس طرح کے الفاظ سے یاد کرنا۔

۶۔کسی کو کم ادب، باتونی، غافل، سست وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا۔

مذکورہ تمام باتیں غیبت کے باب سے تعلق رکھتی ہیں، اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے والا اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے والے کے مترادف ہے۔

غیبت کی قسمیں

غیبت زبان سے کسی ناپسندیدہ بات کے ادا کرنے سے ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر وہ حرکت، اشارہ یا نقل اور ہر وہ عمل جس سے کسی کی غائبانہ میں تقصیر اور تحقیر مقصود ہو حرام عمل اور غیبت میں شامل ہے۔

غیبت میں شرکت

غیبت کی باتیں سننا، غیبت کی مجالس میں موجود رہنا، غیبت کرنے والے کو اس کے عمل سے منع نہ کرنا یہ سب غیبت میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من ردّ عن عرض أخيه ردّ الله عن وجهه النّار يوم القيامة۔ (رواہ الترمذی 1931 وصححہ الالبانی)

جس نے اپنے بھائی کی (عدم موجودگی میں) اُس کی جانب سے دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے آگ یعنی جہنم کو ہٹائیں گے۔

إنّ الصّديق الصّدق من صدقك
ومن يضرُّ نفسه لينفعك
ومن إذا ريبُ الزّمان ضعضعك
فرّق فيك شملهُ ليجمعك

ترجمہ: دوست وہ ہے جو آپ کی تصدیق کرے، جو آپ کے فائدے کے لئے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالے، جب آپ کو آزمائش زمانہ کمزور و بے بس کر دے تو دوست آپ کی تقویت کے لئے اپنی جماعت کو جدا کر دے۔

آدمی کن وجوہ اور اسباب کی بنا پر کسی کی غیبت کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے

۱۔کراہیت اور نفرت۔

۲۔حسد جو صاحب غیبت کے دل کو کھا جاتا ہے۔

۳۔فتنہ وفساد کا ارادہ رکھنا۔

۴۔قابل احترام شخصیات کی تنقیص کرنا۔

۵۔ہم نشینوں کی موافقت۔

غیبت کی جائز قسمیں۔

۱۔ظلم: مظلوم قاضی کے سامنے ظالم کے ظلم اور خائن کی خیانت کے بارے میں شکایت کرسکتا ہے۔

۲۔کسی کی برائی کا اُس شخص کے سامنے ذکر کرنا جو اس کے اصلاح کی طاقت رکھتا ہو، اس ارادے سے کہ نافرمان راہ راست پر آجائے۔

۳۔مفتی کے سامنے فتوی معلوم کرنے کے لئے صورتحال بیان کرنا، مثال کے طور پر بیوی کا اپنے شوہر سے متعلق بات کرنا۔

۴۔مسلمان کو کسی کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے۔

غیبت کا شرعی حکم اور اس کے دلائل

کتاب وسنت اور اجماع امت سے غیبت کا حرام اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت ہے، قرآن نے غیبت سے نفرت دلانے کے لئے صاحب غیبت کو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے والے کے مترادف قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔ (الحجرات:12)

ترجمہ: اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو تم ضرور نفرت کرو گے تو غیبت نہ کرو۔

ا۔ اپنے نفس کے عیوب تلاش کرنا:

انبیاء اور رسولوں کے علاوہ کوئی بھی انسان نفس کے عیوب سے پاک نہیں ہوسکتا، انسانوں میں کوئی شخص بے شمار عیبوں والا ہوسکتا ہے اور کوئی بہت کم عیب والا، تاہم ہر فرد میں کچھ نہ کچھ عیوب ہوتے ہیں، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اپنے عیوب کو تلاش کرے اور ان کے اصلاح کی فکر کرے، یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر ہے۔

۲۔ نقصان دہ تجارت:

صاحب غیبت اپنی نیکیوں اور حسنات کو برباد کرنے والا ہے، نیز وہ غیبت کے ذریعے اپنی نیکیوں کو جس کی غیبت کر رہا ہے، اس کے کھاتے میں منتقل کرنے والا ہے، غیبت کرنے والے کا حال ایسا ہے کہ وہ بیک وقت گناہ بھی کرتا ہے اور اپنی نیکیوں کو ضائع کر کے اپنے محسود کا فائدہ بھی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے والد کی ہی غیبت کر لیتا۔
۳۔غیبت سے توبہ:
غیبت کرنے والا دو قسم کے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے:
ایک جرم تو اللہ تعالیٰ کے حق میں کرتا ہے، جس کا کفارہ یہ ہے کہ اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرے، جبکہ دوسرا جرم بندے کے حق میں کرتا ہے، جس کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے، اگر اُس شخص کو غیبت کا علم ہوا ہو تو اس سے معذرت کا اظہار کرے، اور اگر اس کو غیبت کا علم نہ ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرے اور اُس بندے کے حق میں نیک دعا کرے، نیز یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اور اللہ کے فرشتے اس کے ایک ایک عمل کو قلمبند کر رہے ہیں۔
ایک حدیث میں غیبت کو زنا سے زیادہ سنگین قرار دیا گیا ہے۔فرمایا گیا:
''غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی زنا کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ (راہ عمل، ص:۱۶۶)
(۲) زبان کی دوسری عظیم آفت چغلی ہے۔

چغلی کرنا بھی حرام ہے

زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت چغلی بھی ہے، چغلی وہ عمل ہے جس کے ذریعے دو افراد کے درمیان پھوٹ، جدائی اور اختلاف پیدا کیے جاتے ہیں۔

ارشادربانی ہے: وَلا تُطِعْ كُلَّ حَلافٍ مَهِينٍ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۔ (القلم:10-11)

ترجمہ: اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔ طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لئے پھرنے والا۔

چغلی کا حکم اور شرعی دلائل:

۱۔ چغلی گناہ کبیرہ ہے، کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس کی حرمت ثابت ہے، ارشادربانی ہے:

وَلا تُطِعْ كُلَّ حَلافٍ مَهِينٍ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۔ (القلم:۱۰-۱۱)

ترجمہ: اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔ طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لئے پھرنے والا۔

۲۔ قرآن کریم میں چغلی کو حطب یعنی لکڑی سے تعبیر کیا گیا ہے، چونکہ چغلی باعث عداوت اور فساد ہے، اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی بیوی کو **حمالة الحطب** کے لقب سے بیان فرمایا۔

۳۔ چغلخور کو اللہ تعالیٰ نے فاسق قرار دیا، ارشادربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۔ (الحجرات:٦)

ترجمہ: مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

نیز ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ۔ (الھمزة ۱:)

ترجمہ: ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے۔

چغلی کا عمل مومنین مرد اور عورتوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کا باعث ہے، جس سے مومنین کو تکلیف پہنچتی ہے، دین اسلام نے مومن بھائی کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینا حرام قرار دیا۔

سب سے بدترین شخص وہ ہے جو دو رخہ ہے

چغلخور دو رُخہ یا دوغلا پن اختیار کرنے والا ہوتا ہے، چونکہ اس کا کام ہر ایک کے سامنے اپنی الگ تصویر پیش کر کے آپس میں پھوٹ ڈالنا ہوتا ہے، دوغلا پن اختیار کرنے والا کل روز قیامت بدترین شخص ہوگا، بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن شرّ النّاس ذو الوجهين الّذی یأتی هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: روز قیامت بدترین شخص وہ ہوگا جو دو رُخہ ہوگا کہ ایک کی باتیں دوسرے کو اور دوسرے کی پہلے کو پہنچاتا ہو۔

چغلخور کے تئیں ایک بندہ مسلم کا کیا موقف ہو؟

۱۔ چغلی کرنے والے کی تصدیق نہ کرے۔

۲۔ چغلخور کو اس کی اس حرکت سے منع کرے۔

۳۔ چغلخور سے اُس کے گناہ کی وجہ سے بغض رکھے۔

۴۔چغلخور کی بات پر اپنے غائب بھائی سے بدگمان نہ ہوں۔
۵۔چغلخور کی بات کے سبب، اُس بات کے سلسلے میں کھوج نہ کرے۔
۶۔جو شخص چغلخور کو راضی نہیں کرتا وہ اُس کے فتنے سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

سب سے بڑی خطاء

جھوٹ زبان کی خطرناک آفت اور ایک نفسیاتی مرض ہے، اگر انسان اس کا علاج نہ کرائے تو یہ مرض اسے جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔

وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمُۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكۡذِبُونَ۔ (البقرہ:۱۰)

ترجمہ: اوران کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

ایک بزرگ کا قول ہے:

"سب سے بڑی خطا جھوٹی زبان ہے"۔

جھوٹ کے اثرات ونقصانات

جھوٹ کے تباہ کن اثرات سے جھوٹے لوگ اگر واقف ہوجائیں تو وہ جھوٹ سے ضرور توبہ کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجائیں گے، ذیل میں ہم چند تباہ کن اثرات کی جانب اشارہ کررہے ہیں:

۱۔لوگوں کے نزدیک جھوٹے شخص کے سلسلے میں شک وشبہات پیدا ہوجاتے ہیں۔
۲۔جھوٹا شخص منافقین کی خصوصیات میں شامل ہوجاتا ہے جبکہ منافقین کل قیامت کے دن جہنم کے بالکل نچلے حصے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۳۔ بیع وشراء میں سے برکت اٹھا دی جاتی ہے، کیونکہ خرید وفروخت کے دوران شیطان جھوٹ بولنے پر زیادہ نفع اور کثیر فائدے کی لالچ بتاتا ہے، ایسے وقت میں بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کو بھول کر شیطان کی اتباع کرکے اپنی تجارت کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔

۴۔ لوگوں کے درمیان سے جھوٹے شخص پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

۵۔ حقائق بدل جاتے ہیں، چونکہ جھوٹ کے خراب اثرات کے نتیجے میں جھوٹا شخص حق کو باطل اور باطل کو حق نیز معروف کو منکر اور منکر کو معروف کی شکل دیتا ہے۔

۶۔ جھوٹ کی وجہ سے اعضاء جسمانی پر دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں، سب سے پہلے جھوٹ نفس سے زبان کی جانب سرایت کرتا ہے اور اسے خراب کرتا ہے پھر اعضاء میں سرایت کرتا ہے اور اعضاء کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

درحقیقت جھوٹے شخص کی راہ ومنزل جہنم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جہنم سے بچائے۔

وإنّ الكذب يهدى إلى الفجور، وإن الفجور يهدى إلى النّار ،وإنّ الرجل ليكذب ،حتى يكتب عندالله كذابًا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی جانب لے جاتے ہیں، آدمی جھوٹ بولتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

جھوٹ کی تباہ کن شکلیں

جھوٹ سراسر قباحت اور برائی ہے، نیز جھوٹا شخص جھوٹ کی قباحتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی سخت وعیدوں کا بھی اہل ہوجاتا ہے۔ جھوٹ کی شکلوں کا ہم ذکر کررہے ہیں:

۱۔ سامان فروخت کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا۔

۲۔ جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کے مال کو ہڑپ کرنا۔

۳۔ جھوٹا خواب بیان کرنا۔

۴۔ کسی واقعے کی غلط خبر دینا وغیرہ

جھوٹ سے بچنے کے طریقے

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا استحضار کریں، اور اس کی ذات پر قوی اعتماد رکھیں، چونکہ انسان خیالی اشیاء کے خوف میں جھوٹ بولنے لگتا ہے اور شیطان اس کے دماغ میں جھوٹ کی شکلیں پیدا کرتا ہے۔

۲۔ قطعی یقین ہو کہ جو نوشتہ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

۳۔ ریاضت نفس یعنی نفس کو ایسے اعمال پر آمادہ کریں جو مطلوبہ اخلاق کی متقاضی ہو، چونکہ نفس کا حال بچے کی طرح ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے، اگر دل خیر سے معمور ہے تو زبان سے خیر و بھلائی کے پتے جھڑنے لگتے ہیں اور اگر دل شر و روفساد کا منبع ہے تو پھر زبان سے خاردار پتیاں جھڑنے لگتی ہیں۔

إن الکلام لفی الفؤاد وإنّما

جُعِل اللسان علی الفؤاد دلیلًا

ترجمہ: گفتگو کا اصل مرکز دل ہے اور زبان کو دل کا ترجمان بنایا گیا ہے۔

ہمارا حال اس طرح نہیں ہونا چاہیے:

إن يعلموا الخير أخفوه وإن علموا

شرًّا أذاعوا وإن لم يعلموا كذبوا

ترجمہ: انہیں خیر کا علم ہوتو اسے چھپاتے ہیں اور اگر شر کی خبر ہوتو اسے پھیلاتے ہیں، اور اگر کسی بات کا علم نہ ہوتو جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہوتی ہے، جب بات کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو پہلے سوچتا ہے، اگر فائدہ نظر آئے تو بات کرتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اے بیٹے! جب لوگوں کو اپنے حُسن کلام پر فخر کرتے ہوئے دیکھو تو تم اپنے حُسن سکوت پر فخر کرو۔

جھوٹ معاشرہ کو تباہ و برباد کرتا ہے

سب جانتے ہیں کہ بے بنیاد باتوں کو لوگوں میں پھیلانے، جھوٹ بولنے اور افواہ کا بازار گرم کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں! اتنی بات تو ضرور ہے کہ یہی جھوٹ، چاہے جان کر ہو، یا اَنجانے میں ہو، کتنے لوگوں کو ایک آدمی سے بدظن کر دیتا ہے، لڑائی، جھگڑا اور خون وخرابہ کا ذریعہ ہوتا ہے، کبھی تو بڑے بڑے فساد کا سبب بنتا ہے اور بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ جب جھوٹ بولنے

والے کی حقیقت لوگوں کے سامنے آتی ہے، تو وہ بھی لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے، اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے اور پھر لوگوں کے درمیان اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

جھوٹ کیا ہے؟

لفظ جھوٹ کو عربی زبان میں ''کذب'' کہتے ہیں۔ خلافِ واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔ (المصباح المنیر) اگر خبر دینے والے کو اس بات کا علم ہو کہ یہ جھوٹ ہے، تو وہ گنہگار ہوگا، پھر وہ جھوٹ اگر کسی کے لیے ضرر کا سبب بنے، تو یہ گناہِ کبیرہ میں شمار کیا جائے گا، ورنہ تو گناہِ صغیرہ ہوگا۔

قرآن کریم میں جھوٹوں کا انجام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کوئی بات بلا تحقیق کے اپنی زبان سے نہ نکالے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو پھر اس کی جواب دہی کے لیے تیار رہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔ (سورۃ الاسراء:۳۶)

ترجمہ: ''اور جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے اس سب کی پوچھ ہوگی۔''

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر، آدمی کو چاہیے کہ کان، آنکھ اور دل ودماغ سے کام لے کر اور بقدرِ کفایت تحقیق کر کے کوئی بات

منہ سے نکالے یا عمل میں لائے، سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اَٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد شروع نہ کردے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا، یا بغض وعداوت قائم کرلینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلافِ شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی، یا اَن سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں، یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟'' (تفسیر عثمانی)

انسان جب بھی کچھ بولتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں، پھر اسے اس ریکارڈ کے مطابق اللہ کے سامنے قیامت کے دن جزا وسزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ (سورۂ ق:۱۸)

ترجمہ: ''وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا، مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔''

یعنی انسان کوئی کلمہ جسے اپنی زبان سے نکالتا ہے، اُسے یہ نگراں فرشتے محفوظ کرلیتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں، خواہ اس میں کوئی گناہ یا ثواب اور خیر یا شر ہو یا نہ ہو۔

امام احمدؒ نے بلال بن حارث مزنیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان بعض اوقات کوئی کلمۂ خیر بولتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا

ہے، مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے، اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضاء دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا (معمولی سمجھ کر) زبان سے نکال دیتا ہے، اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ و وبال کہاں تک پہنچے گا؟ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لیے لکھ دیتے ہیں۔'' (ابن کثیر، تلخیص، از: معارف القرآن، ج:۸، ص:۱۴۳)

جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ ایسا گناہِ کبیرہ ہے کہ قرآن کریم میں، جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن۔ (سورۂ آلِ عمران:۶۱)

ترجمہ: ''لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔''

حدیث شریف میں جھوٹ کی مذمت

جیسا کہ مندرجہ بالا قرآنی آیات میں جھوٹ اور بلاتحقیق کسی بات کے پھیلانے کی قباحت و شناعت بیان کی گئی ہے، اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی اس بدترین گناہ کی قباحت و شناعت کھلے عام بیان کی گئی ہے۔ ہم ذیل میں چند احادیث مختصر وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

ایک حدیث میں یہ ہے کہ جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کا منافی عمل قرار دیا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَ یَکُوْنُ الْمُؤمِنُ جَبَاناً؟ فَقَالَ:نَعَمْ. فَقِیْلَ لَهٗ: اَ یَکُوْنُ الْمُؤمِنُ بَخِیْلاً؟ فَقَالَ: ’’نَعَمْ‘‘. فَقِیْلَ لَهٗ: اَیَکُوْنُ الْمُؤمِنُ کَذَّاباً؟فَقَالَ: لاَ۔ (مؤطا امام مالک، حدیث:۳۶۳۰/ ۸۲۴)

ترجمہ: ’’حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ’’ہاں۔‘‘ پھر سوال کیا گیا: کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ’’ہاں۔‘‘ پھر عرض کیا گیا: کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ’’نہیں، اہل ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا۔

ایک حدیث شریف میں جن چار خصلتوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی علامات قرار دیا ہے، ان میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصف ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ کَانَتْ فِیهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ کَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۴)

ترجمہ: ’’جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آں کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالم گلوچ کرے۔‘‘

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور ہو جاتے ہیں:

''إِذَا كَذَبَ العَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ۔'' (سنن ترمذی: ۱۹۷۲)

ترجمہ: ''جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے جو بدبو آتی ہے اس کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے۔''

ایک حدیث میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو فسق و فجور اور گناہ کی طرف لے جانے والی بات شمار کیا ہے۔

حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

إِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۹۴)

ترجمہ: یقیناً جھوٹ برائی کی رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، تا آں کہ اللہ کے یہاں ''کذّاب'' (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے۔''

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں جھوٹ بولنے کو بڑی خیانت قرار دیا ہے۔ خیانت تو خود ہی ایک مبغوض عمل ہے، پھر اس کا بڑا ہونا یہ کتنی بڑی بات ہے! حدیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

''كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ، وَاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ۔'' (سنن ابوداود، حدیث: ۴۹۷۱)

ترجمہ: ''یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تجھے سچا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔''

جھوٹ گناہ کبیرہ ہے

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ شمار کیا ہے:

''عَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟'' ثَلاثًا، قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: ''الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ،وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ اَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ.'' قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهٗ سَكَتَ۔'' (صحیح بخاری، حدیث: ۲۶۵۴)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ گناہ نہ بتلاؤں جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟ تین بار فرمایا۔ پھر صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول!۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تکیہ پر) ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا: ''خبردار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔

صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ جس میں فساد و بگاڑ اور ایک آدمی پر اس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی ممنوع ہے، بلکہ لطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَيۡلٌ لِّلَّذِيۡ يُحَدِّثُ بِالۡحَدِيۡثِ لِيُضۡحِکَ بِهِ الۡقَوۡمَ فَيَکۡذِبُ، وَيۡلٌ لَهٗ، وَيۡلٌ لَهٗ۔

(سنن ترمذی، حدیث: ۲۳۱۵)

ترجمہ: ''وہ شخص برباد ہو جو ایسی بات بیان کرتا ہے، تاکہ اس سے لوگ ہنسیں، لہٰذا وہ جھوٹ تک بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو۔''

جھوٹ بولنا حرام ہے

شریعتِ مطہرہ اسلامیہ میں جھوٹ بولنا اکبر کبائر (کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ) اور حرام ہے، جیسا کہ قرآن واحادیث کی تعلیمات سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَفۡتَرِي الۡكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيَاتِ اللهِ وَأُولٰـئِکَ هُمُ الۡكَاذِبُوۡنَ۔

(سورۃ النحل: ۱۰۵)

ترجمہ: ''پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہ ہی لوگ ہیں، جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔''

ایک دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ أَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَى اللهِ الۡكَذِبَ إِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ''۔ (سورۃ النحل: ۱۱۶)

ترجمہ: ''اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے، ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں، وہ فلاح نہ پاویں گے۔''

چند مواقع پر جھوٹ کی اجازت

شیخ الاسلام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۳۱-۶۷۶ھ) اپنی مشہور کتاب: ''ریاض الصّالحین'' میں ''باب بیان ما یجوز من الکذب'' کے تحت رقم طراز ہیں:

''آپ جان لیں کہ جھوٹ اگرچہ اس کی اصل حرام ہے، مگر بعض حالات میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بات چیت مقاصد (تک حصول) کا وسیلہ ہے، لہٰذا ہر وہ اچھا مقصد جس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہو، وہاں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اگر اس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہی نہ ہو، وہاں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اگر اس مقصد کا حاصل کرنا ''مباح'' ہے، تو جھوٹ بولنا بھی مباح کے درجے میں ہے۔ اگر اس کا حصول واجب ہے تو جھوٹ بولنا بھی واجب کے درجے میں ہے۔ چنانچہ جب ایک مسلمان کسی ایسے ظالم سے چھپ جائے، جو اس کا قتل کرنا چاہتا ہے، یا پھر اس کا مال چھیننا چاہتا ہے اور اس نے اس مال کو چھپا کر کہیں رکھ دیا ہو، پھر ایک شخص سے اس حوالے سے سوال کیا جاتا ہے (کہ وہ شخص یا مال کہاں ہے؟) تو یہاں اس (شخص یا مال) کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی ہو، ایک ظالم شخص اس کو غصب کرنا چاہتا ہے، تو یہاں بھی اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں ''توریہ'' اختیار کیا جائے۔ توریہ کا مطلب یہ ہے کہ (بولنے والا شخص) اپنے الفاظ سے ایسے درست مقصود کا ارادہ کرے، جو اس کے لحاظ سے جھوٹ نہ ہو، اگرچہ ظاہری الفاظ اور مخاطب کی سمجھ کے اعتبار

سے وہ جھوٹ ہو۔ اگر وہ شخص ''توریہ'' سے کام لینے کے بجائے صراحتاً جھوٹ بھی بولتا ہے، تو یہ ان صورتوں میں حرام نہیں ہے۔'' (باب بیان ما یجوز من الکذب، ریاض الصالحین)

جھوٹ اعتماد و یقین کو ختم کر دیتا ہے

مذکورہ بالا استثنائی صورتوں کے علاوہ ہمیں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لہٰذا جھوٹ بولنا دنیا و آخرت میں سخت نقصان اور محرومی کا سبب ہے۔ جھوٹ اللہ رب العالمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسری بیماریوں کے مقابلہ میں بہت عام ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس جھوٹ سے انھوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ جب لوگوں کو جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو لوگ اس کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والا شخص کبھی کبھار حقیقی پریشانی میں ہوتا ہے، مگر سننے والا اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایسے شخص پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے اعتماد و یقین کو مجروح کر چکا ہے۔

جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے جو معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس سے آپس میں ناچاقی بڑھتی ہے۔ اگر ہم ایک صالح معاشرہ کا فرد بننا چاہتے ہیں، تو یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم لوگوں کو جھوٹ کے مفاسد سے آگاہ اور باخبر کریں، جھوٹے لوگوں کی خبر پر اعتماد نہ کریں، کسی بھی بات کی تحقیق کے بغیر اس پر ردِّعمل نہ دیں۔ اگر ایک آدمی کوئی بات آپ سے نقل کرتا ہے تو اس سے اس بات کے ثبوت کا مطالبہ کریں۔

اگر وہ ثبوت پیش نہیں کر پاتا تو اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دیں اور اسے دھتکاریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہیں تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کسی کے حوالے سے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ دروغ گو ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کدورت بیٹھ جاتی اور اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل صاف نہیں ہوتا، جب تک یہ معلوم نہ ہوجاتا کہ اس نے اللہ سے اپنے گناہ کی نئے سرے سے توبہ نہیں کر لی ہے۔ (مسند احمد، بحوالہ احیاء العلوم، ج:۳، ص:۲۰۹)

کسی مسلمان کو گالی دینا ناجائز اور حرام ہے

کسی مسلمان کو گالی دینا جس سے اس کو تکلیف پہنچے اسلا میں ناجائز ہے، احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور جن الفاظ میں گالی دی جاتی ہے، وہ الفاظ مذاق میں بھی ایک دوسرے سے بولنا فحش گوئی ہے، احادیث میں اس سے بھی منع کیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم فحاشی اور فحش گوئی سے بچو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فحاشی اور فحش گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد)

ایک دوسری حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔ (ترمذی)

پس مذاق میں بھی ایک دوسرے کو گالی دینا اور آپس میں فحش گفتگو کرنا گناہ ہے۔

گالی کسی کو بھی دینا گناہ ہے

گالی دینا یا کسی کو برا بھلا کہنا اخلاق رزیلہ میں شمار ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت سارے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بات بات پر اپنی زبانوں کو گالیوں سے گندا کرتے

ہیں۔مگر ایک باوقار اور بردبار شخص ہمیشہ اس سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے منافق کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ**'' جب لڑائی کرے تو فوراً گالی پر اتر آئے۔

گالی دراصل اپنے مخالف کو کمزور کرنے اور کبھی کبھی اشتعال دلانے کے لیے دی جاتی ہے۔مگر ایک بندۂ مومن اس برے ہتھیار کا کسی بھی صورت میں استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے۔حالاں کہ ردّعمل میں اگر وہ بھی کوئی سخت رویّہ اختیار کر لے اور برابری کی حد تک کوئی اقدام کر لے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔قرآن میں ہے:

لَاَیُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلاَّمَن ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعاً عَلِیْماًاِن تُبْدُوا خَیْراً اَوْ تُخْفُوہُ اَوْ تَعْفُوا عَن سُوْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوّاً قَدِیْراً۔(النساء:۱۴۸،۱۴۹)

''اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ تم کو بدگوئی کا حق ہے،لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم برائی سے درگزر کر و تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، حالانکہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔''

اسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حدیث میں دوسرے انداز میں فرمایا:

اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّہُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہُ فَلْیَقُلْ:اِنِّیْ اِمْرَؤٌ صَائِمٌ﴿بخاری، کتاب الصوم،باب ھل یقول انی صائم اذا شتم﴾۔

''جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ گندی گفتگو کرے، نہ لڑائی جھگڑا کرے،

اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے، تو وہ جواب میں کہے میں روزے سے ہوں۔''

اس حدیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ مومن بندہ بھی جواب دے سکتا ہے مگر اعلیٰ اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ مومن کسی بھی طرح بلندی سے پستی کی طرف نہ آئے۔ بلکہ اس کے اور اُس زبان دراز یا گالی دینے والے کے درمیان واضح فرق نظر آنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُه ''كُفْرٌ'' کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے''

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گالی گلوچ کو کبائر میں شمار کیا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ۔ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ، نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّه، فَيَسُبُّ أُمَّه۔ (مسلم، کتاب الایمان باب الکبائر وأ کبرھا، بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدہ)

''حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنے والدین کو سب وشتم کرنا بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ کوئی اپنے والدین کو گالی دے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ وہ اس طرح کہ وہ کسی کے والد کو گالی دیتا ہے جواب میں وہ بھی اس کے والد کو گالی دیتا ہے۔ وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ بھی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے خود اپنے والدین کو گالی دے دی۔

☆☆☆☆☆

جو شخص کسی پر تہمت لگاتا ہے وہ بہت بڑا مجرم ہے اپنی سو سال کی عبادت ضائع کر رہا ہے

قرآن مجید میں تہمت کے لیے رمی کا لفظ اور حدیث میں قذف کا لفظ استعمال ہوا ہے۔تہمت دراصل ایک ایسی بات کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی دوسرے شخص کو کسی ایسے جرم اور گناہ کا مجرم قرار دیا جائے جس کا ارتکاب اس نے نہ کیا ہو۔شریعت میں یہ ایک گھناونی حرکت ہے اور اس عمل کے ذریعے ایک انسان دنیا میں اللہ کی طرف سے ذلت اور رسوائی کا اور آخرت میں عذاب الیم کا مستحق قرار پاتا ہے۔تہمت لگانے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعے قاذف تہمت لگانے والا مقذوف جس پر تہمت لگائی گئی ہو کو معاشرے کے اندر رسوا اور ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اس کی عزت کو مٹی میں ملانا چاہتا ہے۔اس عمل کی شدتِ کراہت ہی کی وجہ سے اللہ نے قرآن مجید میں ایک سخت قانون وضع کیا ہے۔تاکہ اس عمل کے مرتکب کو سزا دے کر معاشرے کو اس کے ذریعے سے پیدا ہونے والے فسادات سے محفوظ رکھا جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، تو ان کو اسی ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تہمت تو بہ ہر حال ایک جرم ہے چاہے کسی پر بھی لگائی جائے، مگر اس کی شدت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب یہ پاک دامن عورتوں پر لگائی جائے۔

ایک اور پر جگہ اللہ تعالیٰ نے قاذف کے لیے دنیا اور آخرت کی دونوں سزاؤں کو ایک ساتھ جمع کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (النور: ۲۳)

جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْئَةً اَوْ اِثْماً ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْئاً فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَاناً وَّاِثْماً مُّبِیْناً۔ (النساء: ۱۱۲)

''اور جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا، اس نے تو بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک حدیث میں سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ کسی پاک دامن مومن اور بے خبر عورت پر تہمت لگائی جائے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا)

تہمت کا اطلاق خاص طور پر زنا اور بدکاری کے الزام پر ہوتا ہے۔ لیکن اگر دوسرے جرائم اور گناہوں کا الزام لگایا جائے تو وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَذَفَ مُؤْمِناً بِکُفْرٍ فَهُوَ کَقَتْلِهٖ۔ (بخاری، کتاب الادب، ترمذی، ابواب الایمان)

جس نے کسی مومن کو کفر کی تہمت لگائی یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اس کو قتل کر دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ، وَهُوَ بَرِيْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ۔

(بخاری، کتاب المحاربین، باب قذف العبید۔ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب النھی عن ضرب الخدام وشتم)

''حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالاں کہ وہ اس تہمت سے بری ہو تو قیامت کے روز اس﴿آقا﴾ پر کوڑے مارے جائیں گے الا یہ کہ ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔''

غرض تہمت زبان کا ایک ایسا جرم ہے کہ اگر بالفرض دنیا میں اس کی سزا سے انسان بچ بھی جائے، تو قیامت کے روز اس کی سزا جہنم کی صورت میں اس کو ضرور ملے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِأَةِ سَنَةٍ۔ (عن حذیفہ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ سورۃ النور، بحوالہ ابن ابی حاتم)

پاک دامن عورت پر تہمت لگانا ایک سو سال کی عبادت کو ضائع کر دیتا ہے۔

بعض دفعہ انسان اپنی زبان سے دوسرے کو تکلیف پہنچا کر اونچے مقام سے نچلے درجہ میں آجاتا ہے

جس طرح ہاتھ وغیرہ سے انسان دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے اسی طرح زبان کے ذریعے بھی انسان دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے، فرق اتنا ہے کہ ہاتھ کے ذریعے دوسروں کو تکلیف پہنچانے کو ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ میں نے فلاں کو تکلیف پہنچائی،

فلاں کا حق دبایا ہے، اگرچہ وہ اپنے فعل پر نادم ہو یا نہ ہو، لیکن زبان کے ذریعے جو دوسروں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے، اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، حالاں کہ ہماری زبان سے نکلی ہوئی ایک بات، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوتی ہے، انسان کو بلندی سے پستی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد يتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يلقى لها بالا يرفع الله هما درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقى لها بالا يهوى بها في جهنم وفي رواية: يهوى بها في النار أبعد ما بين المشرق والمغرب۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ، رقم الحدیث: 4813)

بے شک بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے۔ جس میں حق تعالیٰ شانہ کی خوش نودی ہوتی ہے، تو اگرچہ وہ بندہ اپنی اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے درجات بلند کر دیتا ہے، یعنی اگرچہ وہ بندہ اپنی اس بات کی قدر واہمیت سے واقف نہیں ہوتا اور اس کو ایک نہایت سہل اور معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے، مگر حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بات بہت بلند پایہ اور بڑے مرتبہ کی ہوتی ہے، اسی طرح جب بندہ کوئی ایسی بات زبان سے نکالتا ہے، جو حق تعالیٰ کی ناخوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے، تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا، یعنی وہ اس بات کو معمولی سمجھتا ہے اور اس کو زبان سے نکالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، لیکن حقیقت میں وہ بات نتیجے کے اعتبار سے اتنی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ وہ بندہ اس کے سبب سے دوزخ میں گر پڑتا ہے۔ اور ایک

روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کے سبب دوزخ میں اتنی دور جا گرتا ہے، جو مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔

زبان کی حفاظت کرنے پر جنت کی بشارت ہے

اگر انسان اپنی اس زبان کی حفاظت کرے، نہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے اور نہ اس کے ذریعے مخلوق کو ستائے تو ایسے شخص کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من یضمن لی مابین لحییه، ومابین رجلیه، أضمن له الجنة**۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان، رقم الحدیث: 4812)

جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی اس چیز کی حفاظت کرے گا، جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، یعنی زبان اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے، یعنی شرم گاہ، تو میں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

دوسروں کا مذاق اڑانا بھی حرام ہے

زبان سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ**۔ (سورہ حجرات: 11)

اے ایمان والو! نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

آیت کریمہ میں دوسروں کا تمسخر اڑانے سے منع کیا گیا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ کسی شخص کی تحقیر و توہین کے لیے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں، اس کو سخریہ، تمسخر اور استہزاء کہا جاتا ہے اور یہ جیسے زبان سے ہوتا ہے، ایسے ہی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اس کی نقل اتارنے یا اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے اور اس طرح بھی کہ اس کا کلام سن کر بطور تحقیر ہنسی اڑائی جائے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سخریہ، تمسخر کسی شخص کے سامنے اس کا اس طرح ذکر کرنا ہے کہ اس سے لوگ ہنس پڑیں اور یہ سب چیزیں بنص قرآن حرام ہیں۔

(تفسیر روح المعانی، سورۃ الحجرات:11، 303/13، دار الکتب)

اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہنسی کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق بنائیں؟ اصل بڑائی ایمان اور اعمال صالحہ سے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے، کوئی شخص دوسرے آدمی کے اعمال اور باطنی جذبات، اخلاص و حسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے یا نہیں؟

موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا، اس کا بھی علم نہیں، ہوسکتا کہ جس کا مذاق بنا رہے ہیں، وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو، اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا مذاق بنا رہے ہیں اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی، لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا، تو دوسرے کا مذاق بنانے کا کیا مقام؟

کسی کے مذاق بنانے میں ایک وجہ تو تکبر ہے، کیوں کہ مذاق بنانے والا سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے، اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور

غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی ہمت نہ ہو، نہ فرصت ملے دوسرے کا مذاق بنانے میں ایذا رسانی بھی ہے، اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے جس کا مذاق بنایا گیا ہے اور ایذا دینا حرام ہے۔

برے لقب سے پکارنا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے

دوسروں کو اذیت اور تکلیف دینے کی ایک صورت برے لقب سے پکارنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل سے بھی منع فرمایا ہے۔

چناں ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾۔ (سورۃ الحجرات: 11)

اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو۔

ایک دوسرے کو برے القاب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو فاسق، یا کافر یا منافق کہنا یا اور کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے برائی ظاہر ہوتی ہو، اس سے منع فرمایا۔ کسی کو کتا، گدھا، خنزیر کہنا، کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا، یعنی یہودی، یا نصرانی کہنا یہ سب تنابز بالالقاب میں آتا ہے، یہ بھی حرام ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ الحجرات: 11، 211 / 8، دار احیاء التراث العربی)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ کسی کو ایسے لقب سے پکارنا جس کو وہ ناپسند کرے، چاہے وہ لقب اس آدمی کا ہو یا اس کے والدین کے بارے میں ہو، یہ سب حرام ہے۔ (تفسیر روح المعانی، 305 / 13، دار الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنابز بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے

کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا، اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے عنوان سے پکارا جائے، مثلاً چور، زانی، وغیرہ کہہ دیا جائے۔ (الجامع لأحکام القرآن، للقرطبی، 211/8)

غیبت کرنا زنا سے زیادہ بھاری گناہ ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغيبة أشد من الزنا فقيل: وكيف؟ قال: الرجل يزني ثم يتوب فيتوب الله عليه، وان صاحب الغيبة لا يغفر له حتى يغفر له صاحبه۔ (مجمع الزوائد، کتاب الآداب، باب ما جاء فی الغیبۃ، 91/8، دار الفکر)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص زنا کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور اگر کوئی شخص غیبت کرے، تو اس وقت تک اس کی مغفرت نہ ہو گی، جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی تھی۔ غیبت کرنے میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ضائع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے چوں کہ غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے غیبت کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور چوں کہ بندہ کی بھی بے آبروئی کی ہے، اس لیے بندے کا حق بھی ضائع کیا۔

غیبت خواہ زندہ کی ہو یا مردہ کی اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے بھی زیادہ گھناؤنی حرکت اور حرام عمل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں کوئی شخص افطار نہ کرے، چناں چہ لوگوں نے روزہ رکھا، شام ہوئی، لوگ ایک ایک کر کے آتے اور افطار کرنے کی اجازت لے کر واپس جاتے، ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری لڑکیوں نے بھی دن بھر روزہ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا، اس نے پھر اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ روزہ سے نہیں تھیں، بھلا کوئی شخص دن بھر لوگوں کا گوشت کھا کر بھی روزے سے رہ سکتا ہے؟ تو ان سے کہہ کہ اگر وہ روزے سے تھیں تو قے کریں، انہوں نے قے کی اور ہر ایک کے منھ سے جما ہوا خون نکلا، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقع کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لو بقیتا فی بطونھما لأکلتھما النار۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر یہ لوتھڑے ان کے پیٹ میں رہ جاتے تو انہیں دوزخ کی آگ کھاتی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب آفات اللسان، الترھیب من الغیبۃ، 3/ 507)

اور ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے، کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، تو وہ شخص چلا گیا، کچھ دیر بعد وہ دوبارہ آ گیا اور عرض کیا، بخدا! وہ دونوں بھوک کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں۔ آپ نے حکم دیا انہیں میرے پاس لاؤ، وہ دونوں حاضر ہوئیں، آپ نے ایک پیالہ منگایا اور ایک لڑکی سے فرمایا: اس میں قے کرو، اس نے قے کی۔ پیالہ خون اور پیپ سے آدھا بھر گیا، اس کے بعد دوسری سے قے کرائی، اس نے بھی خون اور پیپ کی قے کی اور پیالہ پورا بھر گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن هاتين صمتا عما أحل الله و أفطرتا علی ما حرم الله عليهما، جلست احداهما إلی الأخری، فجعلتا تا كلان لحوم الناس۔

ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے روزہ رکھا، اور حرام کی ہوئی چیزوں سے افطار کیا، ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں لوگوں کا گوشت کھانے لگیں۔ (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، کتاب آفات اللسان، 261 /19، دارالحدیث)

واقعہ...... حدیث شریف میں ایک واقعہ مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے زنا کرلیا تھا، جن کا نام ماعز رضی اللہ عنہ تھا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایسے کیا ہے، پھر ان کو سنگسار کردیا گیا، ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہوئے کہا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی، لیکن اس سے رہا نہ گیا، یہاں تک کہ کتے کی طرح اس کی رجم کی گئی، یعنی پتھروں سے مارا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور خاموشی اختیار فرمائی، پھر کچھ دور آگے بڑھے، تو ایک مردہ گدھے پر گزر ہوا، جو اوپر کو ٹانگ اٹھائے ہوئے تھا، یعنی پھول گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں فلاں کہاں ہیں؟ (ایک بات کہنے والا اور دوسرا سننے والا) انہوں نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ ہم حاضر ہیں، فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اس میں سے کون کھا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے، وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب آفات اللسان، الترہیب من الغیبۃ، 509 /3، داراحیاء التراث العربی)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردہ شخص کی غیبت کرنا بھی حرام ہے۔

کسی مسلمان کی آبروریزی سود کھانے سے بھی بڑا جرم ہے

شریعت میں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزت کی بہت اہمیت ہے اور کسی کو اجازت نہیں کہ وہ دوسرے شخص کی ان چیزوں پر دست درازی، یا زبان درازی کرے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **کل المسلم علی المسلم حرام: دمه وماله وعرضه۔**

ہر مسلمان اس کا خون اس کا مال اور اس کی آبرو، مسلمان پر حرام ہے۔ (الجامع الصحیح للمسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم 317 /2، قدیمی)

اور ایک انسان دوسرے کی آبروریزی کرے، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑے سود میں سے قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: إن من أربى الربوا الاستطالة فی عرض المسلم لغیر حق۔

بلاشبہ سب سے بڑے سود میں سے یہ بھی ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی آبروریزی کے بارے میں زبان درازی کی جائے۔ (سنن أبي داوٗد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، رقم الحدیث: 269 /4876,4)

اسی طرح ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ سود کا وہ درہم جسے آدمی حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہونے میں چھتیس زنا سے بڑھ کر ہے اور سود سے بھی بڑھ کر مسلمان کی آبرو ہے۔

(الترغیب الترہیب، کتاب الادب، الترہیب من الغیبۃ 503 /3، دار احیاء التراث العربی)

کسی پر تہمت لگانے والے کا جہنم کے پُل پر حساب ہوگا

دنیا میں ہم کسی کے خلاف جتنا دل چاہے باتیں کرلیں، یا تو اس وجہ سے کہ جس کے خلاف ہم بول رہے ہیں اور غیبت کر رہے ہیں ہم اس سے طاقت ور ہیں اور ہماری نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں اور نہ ہم اس کی ناراضگی کو خاطر میں لاتے ہیں اور یا اس خوش فہمی میں ہیں، کہ میری ان باتوں کا اسے علم نہیں ہوگا، تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس غیبت کرنے کا حساب لے گا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من حمی مومنا من منافق بعث الله ملکا یحمی لحمه یوم القیٰمة من نار جهنم، ومن رمی مسلما بشیء یرید به شینه حبسه الله علی جسر جهنم حتی یخرج ماقال۔" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، رقم الحدیث:4986)

یعنی جو شخص کسی مسلمان کی عزت آبرو کو منافق (غیبت کرنے والے) کے شر سے بچائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ بھیجے گا، جو اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر ایسی چیز یعنی عیب و برائی کی تہمت لگائے جس کے ذریعے اس کا مقصد اس مسلمان کی ذات کو عیب دار کرنا اور اس کی حیثیت عرفی کو نقصان پہچانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر قید کر دے گا، یہاں تک کہ وہ اس تہمت لگانے کے وبال سے نکل جائے۔

یعنی اس وقت تک وہ عذاب میں گرفتار ہوگا، جب تک کہ جس پر تہمت لگائی تھی، اس کو راضی نہ کرے، یا شفاعت کے ذریعے یا گناہ کے بقدر عذاب بھگت نہ لے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، 197/ 9، دار الکتب)

ایک دوسرے پر لعنت کرنے اور اللہ کے غضب کی اور دوزخ کی آگ کی بددعا دینے کی ممانعت

وعن سمرة بن جندب رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم لا تلاعنوا بلعنة الله ولا يغضب الله ولا بجهنم (وفي رواية ولا بالنار ۔ (رواة الترمذي وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت نہ ڈالو، اور آپس میں یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں کہو کہ جہنم میں جائے اور آپس میں ایک دوسرے کیلئے یوں نہ کہو کہ آگ میں جلے۔ (مشکوۃ المصابیح ۱۳ ۴ از ترمذی وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث مبارک میں تین نصیحتیں فرمائیں۔ اول یہ کہ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو اللہ تعالی شانہ کی رحمت سے دور ہونے کی بدعا کو لعنت کہا جاتا ہے۔ کسی کو یہ کہنا کہ ملعون ہے یا سین ہے یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار ہے یا اللہ کی پھٹکار ہے یہ سب لعنت کے مفہوم میں داخل ہے اور کسی پر لعنت کرنا بہت سخت بات ہے۔

لعنت کا مستحق کب کون ہوتا ہے اور کب نہیں

عام طور سے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ لیکن کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا۔ آدمی تو آدی بخار کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا، اس نے ہوا پر لعنت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت نہ کہو کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم دی ہوئی ہے۔ اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے مستحق نہیں ہے تو لعنت اس پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف لوٹ جاتی ہے وہاں دروازے بند کر دے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ما) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے زمین کے دروازے بھی بند کر دئے جاتے ہیں (کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر دائیں بائیں کا رخ کرتی ہے جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو پھر اس شخص پر لوٹ آتی ہے جس پر لعنت کی ہے اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آ کر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک موقعہ پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں فرمایا۔ **لعانین وصدیقین کلا ورب الکعبۃ**۔ یعنی لعنت کرنے والے اور صدیقین (کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں) رب کعبہ کی قسم ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا (کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو) حضرت ابو بکر صدیق پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام آزاد کر دیئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہر گز ایسا نہیں کروں گا۔ (بیہقی)

حضرت ابوالدردا ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا

شبہ بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کے حق میں گواہ نہ بن سکیں گے اور نہ سفارش کرسکیں گے۔ (صحیح مسلم)

مردوں سے زیادہ عورتیں جہنم میں کیوں جائیں گی

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کی نماز کے لئے تشریف لے جارہے تھے عورتوں پر آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کرو کیونکہ مجھے دوزخ میں تم سب سے زیادہ دکھائی گئی ہو، عورتوں نے عرض کیا کیوں یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا۔ تکثرن اللعن وتکفرن العشیر، یعنی تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ (بخاری ومسلم)

عورتیں لعنت بہت کرتی ہیں یعنی کوسنا، پیٹنا، برا بھلا کہنا، اور الٹی سیدھی باتیں زبان سے نکالنا ہی عورتوں کا ایک خاص مشغلہ ہے، شوہر اولاد اور بھائی، بہن، گھر، جانور چوپایہ، آگ پانی، ہر چیز کو کوستی رہتی ہیں۔ اسے آگ لگے، وہ کٹی لگا ہے، یہ ناس پیٹی ہے، اسے ڈھائی گھڑی کی آئے وہ موت کا لیا ہے، اس کا ناس ہو، وہ اللہ مارا ہے، اس پر پھٹکار ہو۔ اسی طرح کی ان گنت باتیں عورتوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں اس میں بددعا کے کلمات بھی ہوتے ہیں گالیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب بتایا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی خاتون کے پاس تشریف لے گئے ان کو ام السائب کہا جاتا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ کپکپارہی ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیا

بات ہے؟ تم کو کپکپی کیوں آ رہی ہے۔ جواب دیا کہ بخار چڑھ آیا ہے خدا اس کا برا کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کیونکہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

یہ مت کہو کہ تم پر اللہ کا غضب ہو یا جہنم میں جاؤ

دوسری نصیحت میں فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، مؤمن اللہ کی رحمتوں کے لئے ہے اس کو ہمیشہ رحمت ہی کی دعا دینا چاہیے۔ اللہ کا غضب کافروں پر ہوتا ہے کسی مؤمن کے حق میں یہ کہنا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو جہالت کی بات ہے۔

تیسری نصیحت میں فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے حق میں یوں نہ کہو کہ جہنم میں جائے بہت سے جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بات بات میں دوسروں کے حق میں کہہ دیتے ہیں کہ ہماری بلا سے جائے جہنم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی کیونکہ مسلمان دوزخ کے لئے نہیں ہے۔ وہ جنت کے لئے ہے اس کو ہمیشہ جنتی ہونے کی دعا دو، اخلاق بلند کرو اگر کوئی شخص ستائے تب بھی اس کو دعا دو۔ بددعا دینے کا کوئی ثواب حدیث میں نہیں آیا البتہ دعا دینے کی ترغیب احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں نے (اس وقت اسلام قبول نہ کیا اور آپ کو بری طرح جواب دیا۔ اور بُری طرح ستایا تو **ملک الجبال** (پہاڑوں پر مقررہ فرشتہ) نے آ کر عرض کیا کہ آپ فرمائیں)۔ آپ نے فرمایا میں ان کو عذاب دلانا نہیں چاہتا بلکہ اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکال دے گا جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں گے۔

فھل نظرت عین کمثل محمد

رئوفا علی الاعدأ بعد التبصر

حضرت ابوہریرہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے حق میں بددعا فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

حضرت عائشہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے، نہ گالی دینے والے تھے۔ ناراضگی کے وقت میں فرماتے تھے کہ **مالہ ترب جبینہ** اس کو کیا ہوا اس کے چہرے کو مٹی لگے۔ (بخاری)

بعض شراح نے فرمایا ہے کہ اس میں دعا ہے کہ اس کو سجدہ کی توفیق ہو۔

یزید پر لعنت کرنے کا نہ فائدہ ہے نہ ثواب بلکہ منع ہے

بہت سے لوگ روافض سے متاثر ہو کر یزید پر لعنت کرتے ہیں۔ بھلا اہل سنت کو روافض سے متاثر ہونے کی کیا ضرورت؟ ان کو اسلامی اصول پر چلنا چاہیے روافض کے مذہب کی تو بنیاد ہی اس پر ہے کہ حضرات صحابہ کو کافر کہیں اور یزید اور اس کے لشکر پر لعنت کریں قرآن کی تحریف کے قائل ہوں اور متعہ کیا کریں اور جب اہل سنت میں پھنس جائیں تو تقیہ کے داؤ پیچ کو استعمال کر کے اپنے عقیدہ کے خلاف سب کچھ کہہ دیں۔ بھلا اہل سنت ان کی کیا ریس کر سکتے ہیں۔ اہل سنت اپنے اصول پر قائم رہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ان ہی اصول میں سے یہ ہے کہ لعنت

صرف اس پر کی جاسکتی ہے۔جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ یزیداوراسکے اعوان وانصار کا کفر پر مرنا کیسے یقینی ہوگیا جس کی وجہ سے لعنت جائز ہوجائے ؟

حضرت امام غزالی نے احیاالعلوم میں اول یہ سوال اٹھایا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یانہیں اس وجہ سے کہ وہ حضرت حسین کا قاتل ہے قاتل ہے یاقتل کاحکم دینے والا ہے؟ پھراس کا جواب دیا ہے کہ یزید نے حضرت حسین کوقتل کیا۔ یااس کاحکم دیا یہ بالکل ثابت نہیں ہے۔لہذا یزید پر لعنت کرنا تو درکنار یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اس نے حضرت حسین کوقتل کیا۔ یاقتل کرنے کا حکم دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی مسلمان کوگناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق کے منسوب کرنا جائز نہیں ۔ نیز امام غزالی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مخصوص کر کے یعنی نام لیکر افراد واشخاص پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔اورجس پر لعنت کرنا جائز ہواس پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرنا کوئی گناہ اورمؤاخذہ کی چیزنہیں ہے۔اگرکوئی شخص ابلیس پر لعنت نہ کرے اس میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ دوسروں پر لعنت کرنے سے خاموشی اختیار کرنے میں کچھ حرج ہو پھرفرمایا:

فالاشتغال بذکر اللہ اولی فان لم یکن ففي السکوت سلامۃ۔

یعنی ،خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا اولی اورافضل ہے اگرذکراللہ میں مشغول نہ ہوتو پھرخاموشی میں سلامتی ہے۔کیونکہ لعنت نہ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں اورنام لے کرکسی پرلعنت کردی تو یہ پرخطرہے کیونکہ وہ لعنت کا مستحق نہ ہواتولعنت کرنے والے پرلعنت لوٹ آئے گی پھرکسی حدیث میں لعنت پربھی لعنت کرنے کاکوئی ثواب وارنہیں ہوااورلعنت کے الفاظ زبان پرلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہنے کا وبال کہنے والے پر ہوگا

وعن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من دعا رجلا بالكفر أو قال عدو الله وليس كذالك إلا عاد عليه۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا یوں کہا کہ اے اللہ کے دشمن، اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اس پر لوٹ جاتا ہے جس نے ایسا کہا۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۱ از بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے شخص کو کافر کہہ دینا جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے۔ اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس کو کافر کہا ہے اگر وہ کافر نہیں ہے تو کافر کہنے والے پر اس کی بات لوٹ آئے گی یعنی وہ کافر نہیں تو یہ کافر ہوگا۔

آجکل ذرا سی بات میں ایک دوسرے کو کافر کہہ دیا جاتا ہے۔ جہاں تھوڑا سا مسلک کا اختلاف ہوا یا سیاسی طور پر کوئی مخالفت ہوئی فوراً اپنے مخالف کو کفر کی بندوق سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور غصہ کے جنون میں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا اللہ کے دشمن کہہ دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی گناہگار رہو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

دعویٰ ایمان کے بعد انسان کافر اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی تصدیق قلبی جاتی رہے یعنی دل سے اسلام کا منکر ہو جائے یا کسی ایسی چیز کو نہ مانے جو مدار ایمان ہے اور جو تواتر کیساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

چونکہ دل کا حال اللہ تعالی ہی جانتا ہے اس لئے کسی بھی مدعی اسلام کو کسی گناہ یا خطاء کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے حسب فرمان نبی آخر الزمان ﷺ اگر وہ کافر نہیں ہے جس کو کافر کہا ہے تو کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

بہت سے فرقوں نے سارا ایمان و اسلام اور جنت اپنے ہی لئے مخصوص کر رکھی ہے۔اپنے مقابل ہر جماعت کو برملا کافر کہتے ہیں ان بدلگاموں نے برے بڑے محدثین اور خدام دین کو نہیں بخشا۔اللہ ان کو ہدایت دے۔

تکفیر کے مسئلہ میں اکابر دیوبند سے بڑھ کر کسی کو محتاط نہیں دیکھا۔اگر محتاط نہ رہتے تو انتقام کے جذبات میں آکر ان لوگوں کو کافر کہتے جو ان حضرات کو کافر کہتے ہیں لیکن الحمد للہ میں حضرات شریعت اسلامیہ کی حدود سے باہر نہ نکلے۔

فجزاھم اللہ تعالی احسن الجزا۔ یہاں یہ بات ہر شخص کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مسلمان کو کافر کہنا بڑا خطرناک ہے۔کسی کو کافر نہ کہا جائے تو اس پر کچھ بھی مؤاخذہ نہیں ،الا یہ کہ خوب کفر واضح ہو اور اس کے ظاہر نہ کرنے سے لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، پس جس شخص کا کفر بالکل واضح نہ ہو اور ریلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کو کافر کہنا عظیم خطرہ ہے۔

اگر ہم نے اس کو کافر نہ کہا تو ہم پر کوئی مواخذہ نہیں جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ممنوع ہے اسی طرح اللہ کا دشمن کہنا بھی گناہ ہے جسے للہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو بموجب حکم حدیث کہنے والے پر ہی یہ کلمہ لوٹ آئے گا۔

اللہ تعالی ہر مسلمان کا ولی اور مددگار رہے اور کارساز ہے،مسلمان کو اللہ کا دشمن بتانا جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

سختی اور فحش کلامی کسی کافر اور دشمن کے ساتھ بھی نہ کرو

وعن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت إستاءذن رهط من اليهود علی النبي صلی الله عليه وسلم فقالوا السام عليكم فقلت بل عليكم السام واللعنة فقال يا عائشة إن الله رفيق يحب الرفق في الأمر كله قلت أو لم تسمع ما قالوا قال قد قلت وعليكم وفي رواية عليكم ولم يذكر الواو۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودیوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور اس موقعہ پر دبی زبان سے انہوں نے کہا **السام علیکم** (یعنی **السلام** کے بجائے **السام** کہہ دیا، سلام سلامتی کو اور سام موت کو کہتے ہیں۔ انہوں نے بددعا دینے کی نیت سے یہ سمجھ کر ایسا کہا کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے گا۔

حضرت عائشہ نے سن لیا اور فوراً جواب میں فرمایا: **بل علیکم السام واللعنة** بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ بیشک اللہ رحیم ہے ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (تم کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہئے) حضرت عائشہ نے عرض کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کو جواب میں وعلیکم کہہ دیا۔ (یعنی ان کو موت کی بددعا دیدی پس میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور میرے حق میں ان کی بددعا قبول نہ ہوگی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۹۸ از بخاری ومسلم)

تشریح: صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تو فحش گو مت بن کیونکہ اللہ تعالی فحش گو اور فحش اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی مبارک نصیحت فرمائی یہودی جو دشمن خدا اور دشمن دین تھے۔ان کو جواب دینے میں بھی یہ پسند نہ فرمایا کہ سختی کی جائے۔اور بدکلامی اختیار کی جائے جب دشمنوں کیساتھ یہ معاملہ ہے تو آپس میں مسلمانوں کو سخت کلامی اور بدکلامی اختیار کرنے کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مومن طعنہ کرنے والا اور لعنت بکنے والا اور فحش باتیں کرنے والا اور بے حیا نہیں ہوتا۔(ترمذی)

مومن کی شان ہی دوسری ہے، وہ تو نرم مزاج ،نرم زبان ، میٹھے الفاظ والا ہوتا ہے،انتقام اور جواب میں کوئی لفظ نکل جائے تو وہ بھی اس قدر ہوتا جتنا دوسرے نے کہا ہے۔جعلنا اللہ ممن یجتنب سخط ویتبع رضوانہ۔

تم اگر کسی مسلمان کی عزت وحرمت کے پیچھے پڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری عزت کے پیچھے پڑے گا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو اور ان کے عیبوں کے پیچھے نہ پڑو۔

کیونکہ جو شخص ان کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالی اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا۔(یعنی ان کو کھول دے گا اور اللہ تعالی جس کے عیبوں کا پیچھا کرے گا۔اس کو رسوا فرما دے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔(سنن ابی داؤد)

تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۴ ج ۴ میں یہ حدیث بحوالہ امام ابن ماجہ حضرت ابن عمر سے بھی نقل کی ہے۔ حدیث مرفوع نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر نے ایک مرتبہ کعبہ معظّمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا ہی باعظمت ہے تو اور کیا ہی عظیم ہے تیری حرمت، اور یہ بات ضرور ہے کہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت کے مقابلے میں عظیم تر ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہوں اور ان کے عیبوں کے پیچھے لگیں ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یوں خطاب فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اس انداز بیان میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے والا اور ان کے عیبوں کے پیچھے پڑنے والا (یعنی عیبوں کی تلاش اور ٹوہ میں رہنے والا) مسلمان نہیں ہوگا بلکہ ایسی حرکت منافق ہی سے سرزد ہوسکتی ہے جو زبان سے مسلمان ہوتا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ **کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه**۔ (مسلم) یعنی مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے اس کا خون بھی، مال بھی، اور اس کو بے آبرو کرنا بھی۔

مسلمانوں کا خون، مال، آبرو، سب محترم ہیں کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں

جامع ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

ان دمائکم وأموالکم وأعراضکم بینکم حرام کحرمة یومکم هذا في بلدکم هذا۔

یعنی تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں (نہ کسی کا خون بہاؤ نہ ناجائز طریقہ پر مال لو، نہ کسی کی بے آبروئی کرو اور ان کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج کے دن کی حرمت ہے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ (ترمذی باب ماجاء في تحريم الدماء والاموال)

بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی غیبتیں کیا کریں اور لوگوں پر اچھالا کریں۔ سیاسی جماعتوں اور صحافت سے تعلق رکھنے والوں کا تو یہ خصوصی مشغلہ اور پیشہ ہے۔ اور بہت لوگ درباری ہوتے ہیں۔ اس رئیس کے یہاں گئے تو اس سے پرخاش رکھنے والے کی غیبت کر کے روٹی کھائی اور اس امیر کے یہاں گئے تو اس کے یہاں کسی پر کیچڑ اچھالی اور پرانی شیروانی اس کے عوض لے اڑے، صرف دنیا سامنے ہے آخرت کا فکر ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی غیبت کے ذریعہ کوئی لقمہ کھایا۔ تو اللہ تعالی اس کو دوزخ سے اتنا ہی لقمہ کھلائے گا اور جس کسی کو کسی مسلمان کی غیبت کی وجہ سے کپڑا پہنا دیا گیا تو اللہ تعالی اس کو اسی قدر جہنم سے (کپڑا پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے شہرت یا ریاکاری کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی کسی کو بڑا بزرگ اور شیخ ظاہر کرے اور اس کو اپنی اغراض کا ذریعہ بنالے) تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو (رسوا کرنے کے لئے ریا اور شہرت کے مقام پر کھڑا کرے گا۔ (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص ایسا تھا۔ (اخرجہ ابوداؤد)

کسی کی غیبت کرنا، عیب لگانا، عیب کو ظاہر کرنا گالی دینا تہمت لگانا ناحق ڈانٹنا،

جھڑکنا وغیرہ۔ یہ سب بے آبرو کرنے کی صورتیں ہیں جن میں بعض کا ذکر گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

وعن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت إغتل بعير لصفية وعند زينب فضل ظهر فقال رسول الله صلي عليه وسلم لزينب أعطيها بعيراً فقالت أنا أعطی تلك اليهودية فغضب رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر ام المومنین حضرت صفیہ کا سواری کا اونٹ بیمار ہو گیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بیوی (ام المومنین حضرت زینب کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بطور سفارش) ان سے فرمایا کہ صفیہ کو ایک اونٹ دے دو۔ اس پر حضرت زینب نے کہا کیا میں اس یہودی عورت کو (اپنا اونٹ دے دوں؟ یہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا اور (سخت ناگواری کی وجہ سے) آپ نے پورا ماہ ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ ایام گزرنے تک (یعنی دو ڈھائی مہینہ) حضرت زینب سے کلام سلام کا تعلق چھوڑے رکھا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۹ از ابوداؤد)

تشریح: حضرت عائشہ اور حضرت زینب اور حضرت صفیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ حضرت زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی تھیں اور حضرت صفیہ

ہارون کی نسل سے تھیں ان کا باپ حیی بن اخطب یہودی تھا پہلے ان کا کنبہ بلکہ پورا قبیلہ بنی نضیر) مدینہ منورہ ہی میں رہتا تھا، ان کے قبیلہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلا وطن کر دیا تھا جس کا ذکر سورہ حشر کے پہلے رکوع میں اور احادیث شریفہ میں موجود ہے اور تاریخ وسیرت کی کتابوں میں مفصل حال لکھا ہے یہ لوگ جلاوطن ہو کر خیبر جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں بھی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔ لہذا سن ستاون عیسوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کے ساتھ خیبر کا سفر کیا اور خیبر فتح ہوا، اس موقع پر حضرت صفیہ قیدیوں میں آ گئی تھیں۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ چونکہ حضرت صفیہ یہودی باپ کی بیٹی تھیں اس لئے بطور طعنہ حضرت زینب نے ان کو یہودیہ کہہ دیا تھا ظاہر ہے کہ یہ طرز گفتگو اسلام میں ہرگز گوارا نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے حضرت زینب کے اس طرح یہ کلام کرنے پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا برا مانا کہ دو ڈھائی مہینے تک حضرت زینب سے بات چیت اور سلام کلام بند رکھا۔

ایک شریف عورت کے لئے کیسی سخت سزا ہے کہ اس کا شوہر اس سے عرصہ دراز تک بات نہ کرے اور شوہر بھی کون؟ اللہ کا پیارا رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے جن کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

کسی مسلمان سے کلام بند کرنا سخت گناہ ہے۔ لیکن دینی ضرورت سے کسی گناہ پر سزا دینے کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کو بھی سزا دی اور سلام ترک کر کے ان کے ناگوار کلمہ پر شدید ناگواری کا اظہار فرمایا، ایسا کرنے سے حضرت زینب کو بھی تنبیہ ہوئی اور حضرت صفیہ کی بھی دلداری ہو گئی۔

اکثر عورتوں کو غیبت کا خاص ذوق ہوتا ہے جو نقصان دہ ہے

عورتوں میں بڑا مرض ہے کہ بات بات میں نام دھرتی ہیں اور طعن و تشنیع کرتی ہیں جہاں دو چار مل کر بیٹھیں عیب لگانے شروع کر دیئے۔ فلاں کالی ہے اور وہ چندھی ہے، اسے خاندان کے رسم و رواج کا علم نہیں ہے۔ نہ کپڑ الینا جانتی نہ کاٹنا، بس پان کھاتی رہتی ہے، پھوڑیا ہے، ایسی ہے ویسی ہے، یہ سب باتیں سراسر غیبت ہیں۔

غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور تم میں کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے۔

غور فرمائیں قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ پس جب کسی کی غیبت کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد اس کا گوشت کھانے سے طبعاً نفرت ہے۔ اسی طرح اس کی غیبت سے سخت نفرت ہونی چاہئے۔

تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت ابو ہریرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے (غیبت کر کے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا آخرت میں اس کا (جسم والا گوشت)

غیبت کرنے والے کے قریب کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اس کو کھا لے۔ اس حالت میں کہ وہ مردہ ہے جیسا کہ تو نے اس کی زندگی کی حالت میں گوشت کھایا تھا۔ اس کے بعد وہ اس گوشت کو کھائے گا اور چیختا جائے گا اور اپنا منہ بگاڑتا جائے گا۔

دو روزہ دار عورتوں کا عجیب واقعہ

حضرت عبید سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا۔ ایک شخص آیا درعرض کیا یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا ہے اور قریب ہے کہ وہ پیاس سے مر جائیں۔ یہ سن کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ وہ شخص دو پہر کے وقت پھر آیا اور عرض کیا۔ یا نبی اللہ اللہ کی قسم وہ مر چکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں کو بلاؤ۔

چنانچہ وہ دونوں حاضر ہو گئیں اور ایک پیالہ لایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک عورت سے فرمایا قے کر۔ چنانچہ اس نے قے کی تو پیپ اور خون اور گوشت کے ٹکڑے نکلے جس سے آدھا پیالہ بھر گیا۔ پھر دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور آدھ کچرے گوشت وغیرہ کی قے کی۔ یہاں تک کہ پورا پیالہ بھر گیا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے حلال چیزوں کو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی تھیں ان کے چھوڑنے کا روزہ نہ رکھا بلکہ اس میں مشغول رہیں ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور دونوں لوگوں کے گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں)۔ (قال البیقی رواہ احمد وابن ماجہ ورواہ ابویعلی)

کسی کو پستہ قد کہنا بھی غیبت ہے

حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے قد کی کوتاہی کو خاص انداز میں ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا خراب کلمہ ہے کہ اگر اس کو جسم کی صورت دے کر سمندر میں گھول دیا جائے تو سمندر کو بھی پگھلا کر کے رکھ دے اور اسکے موجودہ رنگ و بو اور مزہ کو بدل ڈالے۔ (سنن ابی داؤد,312 ج/2 باب فی الغیبۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے لئے کس قدر باعث عبرت ہے؟ ہر شخص غور کر لے کہ کتنے انسانوں کے اعضاء جسم میں اب تک کیڑے ڈالے ہیں اور کتنے لوگوں کی چال ڈھال کو عیب دار بتایا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو لنگڑے کو لنگڑا کہا ہے اور بہرہ کو بہرہ، چندھے کو چندھا اور اندھے کو اندھا کہہ کر بلایا ہے اور یہ بات حقیقت اور واقعہ کے خلاف نہیں ہے۔ جھوٹ ہوتا تو قابل گرفت ہوتا؟ مگر یہ حلیہ شرعا بالکل بے معنی ہے۔ گناہ کا مدار ناگواری پر ہے، بات کے جھوٹا سچا ہونے پر نہیں ہے، دیکھو حضرت عائشہ نے جو قد چھوٹا بتایا غلط بات نہ تھی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ غیبت سننا بھی حرام ہے:۔ غیبت بہت بری بلا ہے جس طرح غیبت کرنا منع ہے، غیبت سننا بھی منع ہے اور آخرت میں اس کا وبال بہت ہی بڑا ہے۔

بعض مردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیبت کا ان کو ایسا چسکہ لگ جاتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر موقعہ میں غیبت ہی کرتے یا سنتے رہتے ہیں جب تک کسی کی غیبت نہ کریں ان کی روٹی ہی ہضم نہیں ہوتی، کسی کی زبان سے غیبت کر دی، اور کسی کی آنکھ کے اشارے

سے اور کسی کی نقل اتار کرہنسی کی خط میں لکھ کر، اور کسی کی اخبار میں مضمون دے کر غیبت کے شوقین مردوں کو بھی نہیں بخشتے ، جولوگ اس دنیا سے گذر گئے ہیں ان کی بھی غیبتیں کرتے ہیں حالانکہ یہ اس اعتبار سے بہت خطرناک ہے کہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سے معافی نہیں مانگی جاسکتی پھراس میں دہرا گناہ ہے، کیونکہ میت کی غیبت کے ساتھ ان لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جو مرنے والے سے نسب کا یا کسی طرح طرح کی نسبت کا تعلق رکھتے ہیں جو شخص دنیا سے چلا گیا اگراس کا کوئی مالی حق رہ گیا ہوتو وہ اس کے وارثوں کو دے کر جان چھوٹ سکتی ہے۔لیکن مرنے والے کی غیبت کو وارث بھی معاف نہیں کر سکتے۔

غیبت کرنے میں جو نفس کو مزہ آتا ہے اس مزہ کا نتیجہ آخرت میں بصورت عذاب ظاہر ہوگا۔جس طرح کسی کا مالی حق دبا لینے یعنی روپیہ پیسہ یا کوئی چیز غیر شرعی طور پر قبضہ کر لینے سے میدان قیامت میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین ہوگا۔ اس طرح جس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا غیبت سنی ہوگی یا کسی بھی طرح سے کسی کی بے آبروئی کی ہوگی ان سب صورتوں میں نیکیاں دینی پڑیں گی اور دوسرے کے گناہ سر لینے ہوں گے۔

ہوش مند بندے وہی ہیں جو اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں تیری میری برائی میں نہیں پڑتے نہ غیبت کرتے ہیں نہ غیبت سنتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خوب زیادہ ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ غیبتوں اور تہمتوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے اپنی ساری نیکیوں کو اپنے حق میں مٹی کر دیتے ہیں جن کے حق دبائے غیبتیں کیں یا غیبتیں سنیں، یہ بھاری بوجھل نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کے گناہ اپنے سر پر اٹھائیں گے اور اس وقت حیران کھڑے رہ جائیں گے اور دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

عوف نامی ایک شخص تھے وہ حضرت ابن سیرین کے پاس گئے اور حجاج بن یوسف کی کچھ برائی کر دی۔ حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ، منصف اور عادل ہے جو حجاج کی غیبت کرے گا اللہ تعالی اس سے بھی بدلہ دلائے گا۔ جیسا کہ حجاج سے ان لوگوں کو بدلہ دلائے گا جن پر حجاج نے ظلم کیا تم کو اپنی فکر کرنا لازم ہے، کل قیامت کے دن جب اللہ تعالی سے ملاقات کرو گے تو تم کو اپنا سب سے چھوٹا گناہ حجاج کے سب سے بڑے گناہ سے بھی بڑا معلوم ہوگا۔ (کیونکہ چھوٹے گناہ پر بھی مواخذہ ہوسکتا ہے)۔

حضرت امام غزائی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدترین غیبت عبادت گزاروں کی ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ بظاہر یہ بتاتے ہیں کہ ہم غیبت سے بچ رہے ہیں حالانکہ جس کو غیبت سے بچنا سمجھتے ہیں درحقیقت وہ غیبت ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال دیکھئے کہ دوسروں پر طنز کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بادشاہوں کے پاس جانے میں مبتلا نہیں فرمایا اور طالب دنیا نہیں بنایا یا یوں کہتے ہیں کہ ہم بے حیائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسا کہنے میں لفظوں میں کسی کی غیبت نہیں ہے لیکن ان باتوں کے سنانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہیں۔ دوسروں کے سامنے ان کا یہ عیب ظاہر کر دیں اور اشاروں سے سمجھا دیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے غیبت نہیں کی۔

حالانکہ غیبت بھی کر دی اور ریاکاری کا بھی مظاہرہ کر دیا یعنی اپنے عمل کی تعریف کر دی اسی طرح بعض لوگ تعریف کے پیرایہ میں غیبت کر جاتے ہیں۔ مثلاً یوں کہتے ہیں کہ فلاں شخص پہلے عبادات میں بہت آگے آگے تھا لیکن اب سستی آگئی ہے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہو گیا جس میں ہم سب لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، ایسا کہنے میں کسی مخصوص آدمی کی

برائی اور اپنی تعریف مقصود ہوتی ہے۔اپنے کو عبادت گذاروں میں شامل کر دیا۔ اور بات اس انداز سے کی جیسے اپنی برائی کررہے ہوں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں غیبت اور ریاکاری اور اپنے نفس کا تزکیہ تین چیز یں موجود ہیں یہ تینوں گناہ ہیں۔لیکن کہنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ امام غزالی یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ غیبت سننے اور دوسرے سے کرید کر نکالنے کے لئے بھی بعض کلمات استعمال کئے جاتے ہیں۔مثلاً کسی شخص نے کسی کی ذرا سی غیبت کی تو سننے والا کہے گا یہ تو عجیب بات ہے میں تو اس کو اب تک اچھا ہی سمجھتا تھا اور جو تم نے بتایا اس کے خلاف جانتا تھا یہ الفاظ تو بظاہر اظہار تعجب اور گویا ایک طرح کی ہمدردی پر مشتمل ہیں لیکن حقیقت میں یہ غیبت کرنے والے کی تصدیق ہے اور اس طرح سے اس کی زبان سے مزید باتیں اگلوانے کے لئے آفرین اور شاباش ہے۔ بظاہر اس میں غیبت نہیں لیکن غیبت کی تصدیق ہے اور غیبت سن کر خاموش ہو جانے والا اور سننے والا غیبت کرنے والے کے گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ دل سے بھی غیبت ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ گمان کر کے یہ طے کر لے کہ وہ ایسا ہے۔ وسوسے اور خیالات تو آتے رہتے ہیں ان پر مواخذ نہیں ہے لیکن دل میں کسی کے بارے میں دیکھے اور کسی مخبر صادق کی اطلاع کے بغیر کسی برائی کا یقین کر لینا گناہ ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ **ان بعض الظن اثم:** یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایسے گمانوں کے حرمت کی وجہ یہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کو صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔لہذا تمہارے

لئے یہ جائز نہیں کہ کسی کے بارے میں کسی برائی کا یقین کرلو۔ جب تک کہ تمہارے پاس ایسا علم نہ آجائے جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ بغیر علم یقینی کے کسی کی برائی کا یقین کر لینا شیطان کی تلقین سے ہوتا ہے۔ شیطان کی تکذیب کے بجائے تصدیق کرنا ظاہر ہے کہ گناہ ہے کیونکہ وہ تو افسق الفساق ہے۔

جو غیبت کی ہے یا سنی ہے اس کی معافی مانگ کر اس سے سبکدوش ہو جائے

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لئے غیبت کرنے ،غیبت سننے، تہمت لگانے ، گالی دینے کسی کی نقل اتارنے کسی کا مذاق بنانے سے اپنی حفاظت کرے اور جن لوگوں کے حقوق دبائے ہیں یا غیبتیں کی یا سنی ہیں یا کسی کے حق میں کسی بھی طرح سے آگے یا پیچھے سے کوئی کلمہ ایسا کہا ہے جو ناگواری کا باعث ہو تو ان سب سے معافی مانگے ۔اگر ملاقات ہونے کی صورت نہ ہو تو خط کے ذریعہ معافی طلب کرے۔ اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو مالی حق اس کے وارثوں کو دیدے۔ اور دوسری چیزوں کی معافی کے واسطے مرنے والوں کے لئے اتنی زیادہ دعائے مغفرت کرے جس سے یقین ہو جائے کہ اس کی جو غیبت اور برائی کی تھی یا غیبت سنی تھی یا تہمت لگائی تھی اس کی تلافی ہوگئی ۔بعض علماء نے یوں فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی یا سنی اگر اسے پتہ چل گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لے اور اگر اسے پتہ نہ چلا ہو تو اسے بتائے بغیر اس کے لئے اس قدر دعائے مغفرت کرے کہ غیبت وغیرہ کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے۔

جس کی غیبت ہورہی ہو اس کی طرف سے دفاع کرے ورنہ اٹھ جائے ہمارے ایک استاد غیبت سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کسی کا اچھا تذکرہ بھی اپنی مجلس میں نہیں ہونے دیتے تھے وہ فرماتے تھے کہ آج کل کسی کی تعریف کے کلمات کہنا بھی مشکل ہے اگر کوئی شخص کسی کے حق میں اچھے کلمات کہنا شروع کردے تو فوراً ہی دوسرا شخص اس کی برائی شروع کردیتا ہے۔ پھر سب حاضرین غیبت سننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سفیان ثوری سے کہا کہ ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر دور ہیں۔ ان کو تو کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ اس پر حضرت سفیان نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ بڑے عقلمند ہیں اپنی نیکیاں دوسروں کو دینے کا کام نہیں کرتے۔ (تہذیب الاسماء اللغات)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ غیبت کرنا، غیبت سننا دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ لہذا اگر کسی موقع پر کسی کی غیبت ہونے لگے تو حاضرین کو چاہئے کہ اس کو روکیں اور جس کی غیبت ہورہی ہے اس کا پارٹ لیں۔

اگر تردید کرنے کی قدرت نہ ہو دل سے برا سمجھتے ہوئے وہاں سے اٹھ جائیں۔ اٹھنا تو اپنے اختیار میں ہے۔ غیبت سننے کے لئے کوئی مجبور نہیں کرتا جیسا کہ غیبت کرنے والے کے لئے بھی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔ دوزخ کی آگ کا تصور کریں تو ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کرتا ہے۔ (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور

غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے)۔تو اللہ تعالی دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا، اور اگر قدرت ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو دنیا و آخرت میں گرفت ہوگی۔ (مشکوۃ)

جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا اجر

حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے ذریعہ کھایا جا رہا تھا تو اللہ جل شانہ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرمائے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت ابوالدردا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے (یعنی اس کی آبرو کے موقعہ پر جو غیبت وغیرہ کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ اس کی حمایت کرے اور جو لوگ بے آبروئی کر رہے ہیں ان کی کاٹ کرے اللہ جل شانہ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور مؤمنین کی مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔

چغل خوری کی مذمت

وعن أسماء بنت يزيد رضى الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال خيار عباد الله الذين إذراوا ذكر الله وشرار عبادالله المشاؤن بالنميمة المفرقون بين الأحبة الباعون البرء العنت۔ (رواه احمد وانتى في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ

اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے ۔اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں، اور چغلی کی وجہ سے محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں ۔اور جو لوگ برائی سے بیزار ہیں ۔ان کے لئے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں ۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۵ از احمد بیہقی)

تشریح: اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی ہے اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں ان کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ چغلی کھا کھا کر اہل محبت اور اہل تعلق میں جدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں ۔اور جو لوگ شر اور فساد سے بری ہیں ان کے درمیان فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں ۔

درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے، جو چغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کی بُری حرکت اور بُرے کرتوت سے اچھے خاصے اہل محبت اور اہل وفاء میں جنگ ہو جاتی ہے۔ دلوں میں بغض اور نفرت کے شعلے بھڑک کر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں۔ چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ وجدل کی آگ کو سلگاتا ہے ۔لوگوں میں لڑائی ہوتی دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ گویا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے ۔لیکن وہ میں جانتا کہ دوسروں کے لئے جو لڑائی کی آگ سلگائی اس سے اپنی قبر میں انگارے بھی بھر دے ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کا دو قبروں پر سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہی ہے اور کسی بری چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے۔ کہ جس کے چھوڑنے پر مشکل اٹھانی پڑتی اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز

ہے، اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا۔ (یعنی فساد کے لئے ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر لے کر جاتا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲)

عذاب قبر کے دو بڑے سبب

اس حدیث کے پیش نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا ہے۔ اور چغلی کھانا عذاب قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ **لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ**: یعنی جو شخص کسی کی بات سن کر اس میں ملاوٹ کر کے لگائی بجھائی کرے اور ادھر کی ادھر پہنچائے ۔ جنت میں داخل نہ ہوگا اور ایک حدیث میں قتات کی جگہ نمام آیا ہے۔ نمام چغل خور کو کہتے ہیں اور بعض علما نے قتات اور نمام میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر وہاں سے اٹھ کر) چغلی کھائے ۔ اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے جس کا بات کرنے والوں کو پتہ بھی نہ ہو اس کے بعد چغلی کھائے ۔ جب کسی مجلس میں موجود ہو خواہ اس مجلس میں ایک دو آدمی ہی ہو۔ وہاں اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو منع کر دے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اٹھ جائے اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی کی نقل نہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں ۔ کسی مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو ادھر ادھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے۔ اور گناہ ہے۔

ہاں اگر مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہوا ہو یا ناحق کسی کا مال لینے کا مشورہ ہوا ہو یہ بات نقل کردے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر ادھر ادھر دیکھے تو اس کی یہ بات امانت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یعنی کسی شخص نے کسی سے کوئی خاص بات کہہ دی اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کسی نے سنا تو نہیں۔ تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی کو سنانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا جس سے وہ بات کہی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے۔ بہت سے لوگ یہاں کی بات وہاں پہنچا دیتے ہیں۔ جو غلام غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہ شخص چغل خوروں میں شمار ہو جاتا ہے اور خود اپنا برا کرتا ہے۔

قیامت کے دن دوغلا کی آگ کی دو زبانیں ہونگی

وعن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تجدون شر الناس يوم القيمة ذا الوجهين الذي يأتي هؤلاء بوجه وهؤلا بوجه۔ (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے والا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۱۱ از بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے۔ قیامت کے دن اس کی آگ کی دوز بانیں ہوں گی۔ (سنن، داؤد)

دو چہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے۔ بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا۔ جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے۔ اور دوغلہ پن اختیار تھا۔ اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا۔ گویا کہ فریق اول سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی۔ اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا۔ ایسے شخص کے ایک ہی چہرے کو دو چہرہ قرار دیا گیا۔ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے۔ اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ بات کی الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس کی زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا، اس لئے قیامت کے دن اس حرکت بد کی سزا مقرر کی گئی ہے کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں گی۔ جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا۔ اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان ان بن ہو ان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اگل دیتا ہے۔ پھر ہر طرف کی باتیں ادھر ادھر پہنچاتے ہیں جس سے دونوں فریق کے درمیان

لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ اور دوغلہ صاحب کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔

مسلمان بھائی کی مصیبت پرخوش ہونے کی ممانعت

وعن واثلة رضي الله تعالى عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تظهر الشماتة لاخيك فيرحمه الله ويبتليك۔ (رواه الترمذي وقال ذا حديث حسن غريب)

ترجمہ: حضرت واثلہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کرو۔ (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرمادے اور تجھے مبتلا فرمادے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۴ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کہ مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دکھ تکلیف یا نقصان وخسارہ وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر بھی خوشی کا اظہار نہ کرو کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہوگے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اور یہ ایک فرضی بات نہیں ہے۔ بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کی مصیبت یا دکھ تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا یا کسی طرح کی کوئی نقل اتاری تو خوشی کا اظہار کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا، خود اسی مصیبت میں اور عیب اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے جو دوسرے میں تھا۔

اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی یا دنیاوی تو اس پر خوش ہونا یا طعنہ کے طرز پر اس کو ذکر کرنا اور بطور عار اور عیب کے اس کو بیان کرنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو یہ اچھی چیز ہے۔ لیکن حق گوئی کا بہانہ کر کے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا دل کے پھپھولے پھوڑنا درست نہیں ہے۔ مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے۔ اور نصیحت کا طرز۔ اور ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے۔ رسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب و لہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو عیب دار بنانے کے لئے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کر لے گا۔ (ترمذی)

پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دینے والی عورت کا انجام

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال، قال رجل يا رسول الله إن فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير انها تؤذي جيرانها بلسانها قال هي في النار قال يارسول الله إن فلانة تذكر قلة صيامها وصدقتها وإنها تصدق بالأنوار من الأقط ولا تؤذي بلسانها جيرانها قال هي في الجنة۔ (رواہ احمد اسبق فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی

ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے۔ اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے۔ اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا نہیں دیتی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت فخر عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں جانے والی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۵ از احمد بیہقی)

تشریح: انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریبا روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے بچے گھر میں آ جاتے ہیں۔ بچوں بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ ان کی بکری اور مرغی بھی گھر میں آ جاتی ہے۔ ان چیزوں سے ناگواری ہوتی ہے۔ اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض اور کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے۔ اور غیبتوں اور تہمتوں تک کے انبار لگ جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور بعض عورت تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں۔ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کے دل چھلنی کرتے رہتے ہیں اور لڑائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ پورا محلہ ان سے بیزار رہتا ہے۔ اس طرح ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازن ہے، خوب صدقہ کرتی ہے نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک بات ہے کہ بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ دیکھو پڑوسیوں کے ستانے کے

سامنے نماز روزہ کی کثرت سے بھی کام نہ چلا۔اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض نماز پڑھ لیتی تھی۔فرض روزہ رکھ لیتی تھی زکوۃ فرض ہوئی تو وہ بھی دلوادیتی تھی نفلی صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی۔ہاں تھوڑا سا صدقہ پنیر کے ٹکڑوں کا کر دیتی تھی۔لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے۔جب اسکا تذکرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ نے اس کو جنتی فرمایا۔

پڑوسی کے ساتھ اچھے اخلاق اور خوبی کے معاملات کے ساتھ زندگی گذارنے کی شریعت اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اسے جو تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات و مصائب میں کام آئے جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچڑا نہ ڈالے اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے اور اس سے تکلیف پہنچ جائے تو صبر کرے ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا۔اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اگر کسی طرح کا کوئی سلوک نہ کر سکے تو کم از کم اتنا ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔(بخاری ومسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گذارے کہ اس کو کسی قسم کا خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

پڑوسیوں کے حقوق

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں۔ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو اچھے کام کرنے والا ہے تو تو اچھا ہے اور اگر وہ کہیں کہ تو برے کام کرنے والا ہے تو برا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان کے اچھے برے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی گواہی اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ ان کو بار بار دیکھنے کا اور تجربہ کرنے کا موقعہ پیش آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ:۔ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اسی اثناء میں پڑوسن کی باری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی۔ آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ اس کے پیچھے

دوڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی اور مدعی علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔ (رواہ احمدؒ)

تعریف میں غلو اور مبالغہ کرنے کی ممانعت

وعن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لا تطروني كما اطرات النصارى ابن مريم فإنما أنا عبده فقولوا عبدالله ورسوله۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں مبالغہ کیا۔ پس میں اللہ کا بندہ ہی ہوں لہذا تم میرے بارے میں یوں کہو کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (مشکوۃ المصانع ص ۱۴۱۷ از بخاری ومسلم)

تشریح: اللہ تعالی شانہ کی حمد وثنا جس قدر بھی کی جائے کم ہے۔ اس کی ذات پاک تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ سید الاولین والآخرین حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ سب سے اکرم وافضل ہیں۔ آپ کی تعریف کرنا نظم میں اور نثر میں بہت بڑی سعادت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں بہت سے قصائد منقول اور ماثور ہیں۔

حضرات حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عہد بنوت میں شعراء اسلام سے تھے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں قصیدے کہتے رہتے تھے اور دشمنوں سے جو جنگیں ہوتی تھیں اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ اور حضرات صحابہ کی شجاعت اور دلیری بیان کرتے تھے۔ جو مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی ایسا قصیدہ کہتے تھے جس میں آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کہیں گئی ہوں،تو حضرت حسان ان کا جواب دیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ بیشک اللہ تعالی جبرئیل کے ذریعہ حسان کی تائید فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کی جانب سے دفاع کرتے ہیں۔(صحیح بخاری)

درحقیقت اس زمانہ میں یہ بھی بہت بڑا اسلامی کام تھا کیونکہ مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے جا باتیں کہتے تھے اور اپنے قصیدے مشہور کرتے تھے،اس وقت ضروری تھا کہ شعر کا شعر سے مقابلہ کیا جائے۔اور دشمن کی باتوں کا ڈٹ کر جواب دیا جائے۔مشرکین اپنی ہجو کے اشعار سن کر بہت متاثر ہوتے تھے۔ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش یعنی مشرکین مکہ کیہجو کرو۔کیونکہ یہ ان پر تیر لگنے سے زیادہ شدید ہے۔(مسلم)

زبان سے جہاد

جس طرح تلوار سے جہاد ہوتا ہے۔مال خرچ کر کے بھی ہوتا ہے اور زبان کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **جاھد والمشرکین بأموالکم وانفسکم والسنتکم۔**

یعنی مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں اور زبانوں سے۔

حضرت حسان کے اشعار

حضرت حسان نے کافروں کو اپنے اشعار کے ذریعہ خوب منہ توڑ جواب دیئے۔اور اس دینی خدمت کو پوری طرح انجام دیا۔اس لئے آنحضرت م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:**ھجاھم حسان فشفی واشتفی** یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی ،اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ شفا دی اور خود بھی شفایاب ہوئے۔(صحیح مسلم)

مطلب یہ کہ مشرکین کو ایسے ایسے جواب دیئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ آرزو ہی نہ رہی کہ کاش کوئی خوب اچھا جواب دیتا۔حضرت حسان نے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا اور دشمنوں کو شاعری میں بھی خوب نیچا دکھایا۔

خلاف شرع نعت کہنے والے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور نعت بہت بڑے اجر وثواب کی بات ہے لیکن اس میں حد سے آگے بڑھ جانا جائز نہیں۔اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاری نے کیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی تعریف کرتے کرتے اتنا آگے بڑھے کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بتا دیا۔اور اسی کا عقیدہ رکھنے لگے توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔

امت محمد یہ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں لکھنے کا بہت شوق اور ذوق ہے اور یہ بہت مبارک ہے۔لیکن جو لوگ شریعت کی پابندی کا دھیان نہیں رکھتے وہ نعتوں میں بہت سی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جس میں بہت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ

ایسے اشعار کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو خدا ہی بتا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالی کی جو خاص صفات ہیں جو کسی مخلوق میں نہیں ہوسکتیں۔ ان سے اللہ کے رسول ﷺ کو متصف کر دیتے ہیں۔ ایسی نعتیں لکھنا پڑھنا حرام ہے۔

جس ذات مقدس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ خود انہی کے ارشادات کی خلاف ورزی کرتے ہیں یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں جو چاہو کہہ دو سب صحیح ہے۔ ان لوگوں کی یہ بات سراسر غلط ہے۔ اللہ پاک کا قرب اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ قرآن مجید و حدیث کے مطابق عمل کیا جائے۔ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی بھی اور کہیں بھی کرنے کی اجازت اور گنجائش نہیں ہے۔ جب حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں مبالغہ درست نہیں تو مشائخ اور اساتذہ کی تعریفوں میں مبالغہ کیسے درست ہوسکتا ہے، قطب الاقطاب اور غوث الثقلین اور جنید زمان اور ابوحنفیہ دوران وغیرہ القاب کیسے درست ہونگے۔

مزار پر نعت پڑھنا

حضور اقدس ﷺ کی نعتیں مجلسوں محفلوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ سچی تعریف تو بہر حال مبارک ہے۔ لیکن جھوٹی تعریف اور شرکیہ مضامین پر مشتمل نعتیں پڑھنے اور سننے کی کسی حال میں گنجائش نہیں ہے۔ آج ہوتا یہ ہے کہ اول تو بہت سی نعتیں شریعت کے مطابق نہیں ہوتیں پھر اوپر سے ان کو ہارمونیم اور ڈھولک پر پڑھتے ہیں اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے کی سخت

ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔نعت سچی ہو یا جھوٹی باجوں کے ساتھ پڑھنا سخت گناہ ہے۔حضور اقدس کا ارشاد ہے: **أمرني ربي يمحق المعازف والمزامير والأوثان والصلب وامر الجاهلية**۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۸)

ترجمہ: میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دوں۔

بہت سے لوگوں نے یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ قوالوں کو دعوت دیتے ہیں اور راتوں رات قوالی کی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ان میں ہارمونیم اور دیگر ساز و سامان کے ساتھ راتوں رات قوالی سنتے ہیں اور چونکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں اور صوفیانہ نظمیں ہوتی ہیں۔اس لئے ان مجلسوں کی شرکت نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ الٹا ثواب سمجھتے ہیں۔نام تو ہے نبی اکرم کی نعتیں سننے کا لیکن اصل مقصود ہے ہارمونیم وغیرہ کی آواز سے نفس کو غذا دینا۔اگر بغیر ہارمونیم کے کوئی شخص یوں ہی کوئی نعت پڑھے تو دس بارہ منٹ بھی وہاں بیٹھنا یا کھڑا ہونا نہیں ہوتا اور ہارمونیم کے ساتھ کوئی کلام سنایا جائے تو راتوں رات بیٹھے رہتے ہیں۔پھر آخر میں فجر کی نماز بھی ضائع کرتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ اس سارے مشغلہ کو ثواب سمجھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں باجوں گاجوں کے مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہوں (جیسا کہ اوپر حدیث گزری) لیکن امتی ہونے کے دعویدار آپ ہی کی نعتوں کو ہارمونیم اور دوسرے ساز وسامان پر سنتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کو تو جی نہیں چاہتا۔نفس کو جس چیز میں مزا ملے اسی کو کرتے ہیں پھر شیطان کے بہکانے سے گناہ کو ثواب سمجھا جاتا ہے۔تاکہ گناہ سے توبہ بھی نہ کر سکے۔اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو۔

یوم عاشوراء کے غیر شرعی افعال

محرم کے مہینہ میں عموما اور عاشوراء کے دن خصوصاً تعزیوں کے اور ماتموں کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ان میں ڈھول ڈھمکے گانے باجے نقارے بجائے جاتے ہیں۔ایسی حرکتیں کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسین بن علی اور حضرات اہل بیت کے غم کی یاد تازہ کرنے کے لئے نکلے ہیں۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غم کی یاد تاشوں اور باجوں کے ساتھ ہوتی ہے اور غم تازہ کرنا اور رونا دھونا لے کر بیٹھنا اور ماتم کرنا ہی کون سا شریعت کا بتایا ہوا عمل ہے۔یہ بھی روافض کی ایجاد ہے۔درحقیقت بات یہ ہے کہ جو چیز نفسانی خواہشات پر عمل میں لائی جائے وہ منتقل کے بھی خلاف ہوتی ہے۔

اپنے گھر کا کوئی آدمی وفات پا جائے تو اس وقت تاشے باجے بجا کر دیکھیں کیا اس مذاق کے لئے حضرات اہل بیت ہی رہ گئے ہیں کہ ان کے غم میں ڈھول پیٹے جا رہے ہیں اور تاشے بج رہے ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **الجرس مزامیر الشطان** کے گھنٹیاں (جو جانوروں کے گلوں میں ڈالی جاتی ہیں) شیطان کے باجے ہیں۔(مسلم)

جن لوگوں پر شیطان کا قابو چلتا ہے وہ اپنا دل خوش کرنے کے لئے ان کے نفسوں میں تاشے باجے اور گھنٹے گھنٹیاں بجانے کے خیالات اور وسوسے ڈالتا ہے چونکہ یہ چیز نفسانی مزاج لوگوں کے خواہشات کے موافق ہے اس لئے جلد اسے قبول کر لیتے ہیں۔اور خوب مست ہو کر تاشے باجے نقارے اور ہارمونیم اور سارنگی بجاتے ہیں۔اعاذالله من ذالك۔

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت

وعن أبي بكر رضي الله عنه قال اثنى رجل عند التي صلى الله عليه وسلم فقال

ویلك قطعت عنق اخیك ثلثا من كان منكم ما یخا لا محالة فلیقل أحسب فلاناً و الله حسیبة إن كان یری انه كذلک و لا یتز كی علی الله أحداً۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کر دی اس پر آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا کہ تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔

پھر فرمایا کہ جس کو کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ (اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ واقعہ ایسا سمجھتا ہو(پھر فرمایا کہ اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۲ از بخاری ومسلم)

تشریح: اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آجائے جب ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس ﷺ نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ یعنی اس کے سامنے تعریف کر کے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کر دیا۔ پھر یہ اس صورت میں ہے جب کہ تعریف سچی ہو اگر جھوٹی ہے تو جھوٹی تعریف تو کرنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ وہ تو گناہ عظیم ہے پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی اگر کسی کی تعریف کرنی ہو (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں) تو یوں کہے کہ فلاں کو میں ایسا سمجھتا ہوں، اور صحیح صورت حال اللہ کو معلوم ہے وہی اس کا حساب لینے والا ہے ان کلمات کے کہنے سے اول تو وہ شخص نہیں پھولے گا۔ جس کی تعریف میں یہ الفاظ کہے اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعوی بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعۃً ایسا ہی ہے کیونکہ

بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے۔لہذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعوئی ہے اور جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دیتا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں اسی کو فرمایا: **ولا یزکی علی اللہ احدا** (یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے) احادیث شریفہ سے بعض مواقع میں منہ پر تعریف کرنا بھی ثابت ہے مگر یہ جب ہے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ پھولنے والا اور خود پسندی میں مبتلا ہونے والا نہ ہو۔

تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دو

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمان کے منہ پر ایک شخص نے ان کی تعریف کردی تو حضرت مقداد نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور تعریف کرنے والے کے منہ پر پھینک دی اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی جھونک دو۔

حضرت مقداد نے حدیث کے ظاہری مضمون پر عمل کیا اور وہی زیادہ واضح ہے اور بعض علماء نے حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ جو لوگ کچھ مال حاصل کرنے کے لئے تعریف کرتے ہیں ان کے مونہوں پر خاک ڈالو یعنی ان کو کچھ بھی نہ دو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اچھے بندوں کی تعریف کے بارے میں بیان ہوا۔ اور جھوٹی تعریف اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم جل مجدہ غصہ ہوتے ہیں اور اللہ کا عرش حرکت کرنے لگتا ہے۔ (بیہقی)

عرش کا حرکت کرنا اللہ تعالی کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے ہے جس سے اللہ تعالی ناراض ہے اس کی تعریف کرنا بہت ہی بری چیز ہے۔ جس کے سامنے اللہ کی عظمت نہیں ہوتی وہی ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالی شانہ ناراض ہے۔ عرش الٰہی کو یہ تعریف ناگوار ہے۔ اس لئے وہ حرکت میں آجاتا ہے۔

کافروں اور فاسقوں کی تعریف بہت بڑا اور بہت برا مرض ہے

شاعروں کا کام ہی یہ ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملایا کریں۔ اور جھوٹی تعریفیں کر کے روٹی حاصل کیا کریں اور دنیائے سیاست میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جس کو لیڈر بنالیا وہ چاہے کافر ہو چاہے بہت بڑا فاسق و فاجر ہو اس کی تعریف اور توصیف کرنے کو فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ اول تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے صالح بندوں کو اپنا مقتدا بنائے اور ان کے ساتھ چلے اور ان کی نگرانی بھی کرتا رہے کہ شریعت کے مطابق کہاں تک چل رہے ہیں۔ کافروں اور فاسقوں کو مقتدا بنانا ہی گناہ ہے پھر کافروں اور فاسقوں کی تعریف اور زیادہ گناہگاری کی بات ہے الیکشن کے مواقع میں تو اپنے لیڈر کو

اور اپنی جماعت کے لوگوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور جسے جتنا مقصود ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پل باندھ دیتے ہیں اور فریق مخالف خواہ کیسا ہی نیک صالح ہو مجمعوں میں اور جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اس کی غیبتیں کرنے اور اس پر تہمتیں دھرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور ناکردہ گناہ اس کے ذمہ عائد کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان تعریفوں اور مذمتوں کا انجام آخرت میں کیا ہے یہ زبان کی لگائی ہوئی کھیتیاں جب کاٹنی پڑیں گی اور انجام بھگتنا ہوگا تو کیا بنے گا؟ بہت فکر کی بات ہے۔

الیکشن کے موقع پر اپنے امیدوار کی تعریف اور دوسرے فریق کی غیبتیں

بعض لوگ اس لئے اپنے امیدوار کی مدد کرتے ہیں کہ یہ کامیاب ہو گیا تو ہم کو اس سے فائدہ پہنچے گا لیکن اگر کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا؟ اور کامیاب ہو کر حقیر دنیا کا کچھ فائدہ اس نے پہنچا بھی دیا۔ تو اس کی تلافی کیسے ہوگی جو اس کی معاونت میں دوسروں پر تہمتیں لگائی ہیں اور غیبتیں کی ہیں، اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے آخرت کے بارے میں غور وفکر کرنے والے ہی نہیں رہے دنیا کی محبت نے ہر قسم کے گناہوں میں ملوث کر رکھا ہے اور تباہی کو بہتر جان رہے ہیں اول تو ضروری نہیں کہ تمہارا ہی امیدوار جیتے گا۔ اگر جیت ہی گیا تو کرسی اور سیٹ اس کو ملے گی تم اس کی دنیا کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو؟ یہ غور کرنے کی بات ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: **من اشر الناس منزلة يوم القيمة عبد اذهب أخرته بدنيا غيره**۔ (ابن ماجہ عن ابی امامۃ)

یعنی قیامت کے دن بدترین حیثیت اس شخص کی ہوگی جس نے دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر دی ہر شخص کو تنہا اپنی قبر میں جانا ہے، اپنا حساب خود دینا ہے، موت سے پہلے اپنا حساب خود کر لینا چاہیے۔

بُرے اشعار پڑھنے اور گانے بجانے کی ممانعت

وعن ابي هريرة رضى الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لان يمتلى جوف رجل فيحا يريه خير من ان يمتلى شعرا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ انسان کا بطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۴۰۹ بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں شعر پڑھنے کی مذمت فرمائی ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ شعر معنی کے اعتبار سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں۔ برے شعر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے جن شعروں میں جھوٹ ہو۔ جھوٹی تعریف ہو کسی کی مذمت یا غیبت ہو جہالت ہو جاہلیت کی حمایت ہو، کفر اور شرک کے مضامین ہوں ایسے اشعار کے کہنے، پڑھنے، لکھنے، سننے میں گناہ ہونا ظاہر ہے اور عموماً ایسے ہی اشعار سے نفس کو مزہ آتا ہے پھر ان کے ساتھ ساز سارنگی، باجا کا جا بھی ہو تو گناہ در گناہ اور دوہرا ہو جاتا ہے اور جو اشعار اچھے ہوں ان کو پڑھنا زبان پر لانا درست ہے لیکن ساز سارنگی باجے گاجے اور ہارمونیم اور ڈھول کے ساتھ ان کا پڑھنا بھی گناہ ہے۔

سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں موسیقی کے لئے مستقل وقت دیا جاتا ہے اور گانا بجانا بلکہ نچانا سکھانے کے لئے مستقل کلاس رکھے جاتے ہیں۔ اور اس بیہودگی اور بدکرداری کو فنون لطیفہ کا نام دیا جاتا ہے اور ثقافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور یہ جاہلیت کی حرکتیں؟ اور پھر اوپر سے شریف ہونے کا دعویٰ اہل دین اور اہل حق غور کرلیں کہ ان حالات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منسوب ہونے کا کیا منہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میرے رب نے مجھے گانے باجے کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

اور نالائق امتی گانے بجانے کو اور آلات موسیقی کو زندگی کا جزو بنالیں یہ کہاں تک زیب دیتا ہے خوب غور کرلیں۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ کی مضرتیں

افسوس ہے کہ جن ممالک کی حکومتیں مسلمان کے ہاتھوں میں ہیں وہ ریڈیو اور ٹی وی پر گانے بجانے کے خصوصی اور ہمہ وقتی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور ٹی وی پر تو ناچ بھی دکھاتے ہیں۔ مسلمان حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات وفواحش سے روکیں نہ یہ کہ خود خلاف شرع پروگرام پیش کریں اور امت کی آنے والی نسلوں کو بگاڑ کر رکھ دیں۔ ٹی وی نے تو ہر گھر کو فواحش کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے۔ چھوٹے بڑے سب مل کر بے حیائی کے پروگرام دیکھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں۔ ٹی وی پر چونکہ تصویر آتی ہے۔ اس لئے اس کو اچھی باتیں سننے کے لئے بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جز و زندگی بنا رکھا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سن رہے ہیں اور لیٹے ہیں تو گانا سن رہے ہیں۔ عورتیں کھانا پکا رہی ہیں یا دوسرے مشغلہ میں میں تو ریڈیو کھول رکھا ہے یا ٹیپ ریکارڈ چالو کر رکھا ہے اس لئے تو عملی نفاق عام ہو رہا ہے۔ شیطان نے قابو پا یا ہوا ہے اور نیکی کی طرف طبیعت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے اور ہدایت دے۔ بسوں میں سفر کرو تو گانا ٹیکسی میں بیٹھو تو گانا، ایک سچے مسلمان کے لئے سفر حضر سب مصیبت بن کر رہ گیا ہے۔ کالجوں میں۔ مسجدوں کا انتظام نہیں ہوتا مگر گانے بجانے کا انتظام ضرور ہوتا ہے۔ اور اساتذہ وطلبہ سب اسلام کا دم بھرتے ہیں اور مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔ **فالله يهديهم**۔

عشقیہ گانوں اور غزلوں اور ناول اور افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے او رخاندانوں کے بڑوں کو اس پر خوشی ہے۔ **انالله وإناالیه راجعون**۔

شعر کلام موزوں کو کہتے ہیں اس میں اچھی باتیں بھی کہی جا سکتی ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں۔ (بخاری)

اور خراب باتیں بھی اشعار میں کہی جا سکتی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں اشعار کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: **حسنه حسن قبیحه قبیح** یعنی شعر کلام ہے۔ اچھا اچھا ہے اور برا برا ہے۔ (مشکوۃ)

حضور اقدس ﷺ سے بھی اشعار کا پڑھنا اور سننا ثابت ہے لیکن چونکہ مزہ دار اور داد کے لائق ان ہی اشعار کو سمجھا جاتا ہے جن میں سراپا جھوٹ ہوا اس لئے اللہ جل شانہ نے حضور اقدس ﷺ کے لئے شاعر ہونا پسند نہیں فرمایا۔ سورہ یسین میں ارشاد ہے۔ **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ**

وَمَا یَنۡبَغِی لَہٗ ،اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ ﷺ کے شایان بھی نہیں کیونکہ شاعری محض اتنی سی بات کو نہیں کہتے کہ وزن عروضی کے مطابق کسی کی زبان سے اشعار نکلتے چلے جائیں۔ بلکہ شاعری جس چیز کا نام ہے اس میں وزن کے مطابق شعر ہونے کے ساتھ ساتھ بعض دیگر امور بھی لازم ہوتے ہیں جن میں سب سے بڑی چیز جھوٹ ہے۔اس کو عارف گنجوی نے فرمایا ہے۔

در شعر پیچ و درفن او

چوں اکذب اوست احسن او

اس جھوٹ کو دنیائے تخیلات اور شاعری کی نازک خیالی کہا جاتا ہے۔ جب تک شاعر آسمان زمین کے قلابے نہ ملا دے اور بے تکی تشبیہ استعمال نہ کرے اس وقت تک اس کو شاعر سمجھا ہی نہیں جاتا۔ایک صاحب سے کسی نے کہا کہ محبوب کے بارے میں کچھ کہو اس پر انہوں نے کہا کہ ؎

دندانش در دو مانند

و چشمانش زیرا بر دانانند

چونکہ بات کی تھی لوگوں کو پسند نہ آئی۔ایک صاحب نے کہا کہ ؎

اے آنکہ جز ملاسنجری وہاں تو

طولے کہ پیچ عرض نہ دار میان تو

اس کو خوب پسند کیا گیا کیونکہ سراسر جھوٹ ہے۔قرآن مجید میں شاعروں اور ان کے پیچھے چلنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

ترجمہ: اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔ اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اس کے ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا۔ اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ بے راہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شاعر ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں یعنی مضامین منظوم کرنے کے لئے خیالات کی دنیا میں ادھر ادھر فکر میں مارتے پھرتے ہیں جب کوئی نادر بات خیال میں آ جاتی ہے تو اسے منظوم کر لیتے ہیں، کسی کی تعریف کی آسمان پر چڑھا دیا اور مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کی شاعری کا ادنی کرشمہ ہوتا ہے۔ جھوٹ مبالغہ، تخیل، بے تکی تشبیہ، جس جنگل میں گئے منہ پھیر کر نہ دیکھا اور چلتے ہی چلے گئے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا کہ شاعر وہ باتیں کہتے ہیں کہ جو نہیں کرتے۔ ان کا کلام پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے صوفی صافی ہونگے اور جا کر ملاقات کرو تو بہت بڑے رِندا اور فاسق ان کا شعر پڑھو تو معلوم ہوگا کہ بڑے شیر بہادر ہیں۔ ملاقات کرو تو واضح ہو کہ بڑے بزدل اور ڈرپوک ہیں۔

پھر اچھے شاعروں کا استثناء فرمایا کہ شعراء میں جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے اور مظلوم ہونے کے بعد جواب دیا یعنی اشعار میں اللہ کا بہت ذکر کیا اور کفر اور گناہ کی برائی کی یا کافروں نے اسلام کی جو ہجو کی اس کا اعتدال میں جواب دیا، ایسے اشعار مذموم نہیں ہیں۔

حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے تو میں اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔ اس سے برے اشعار مراد ہیں جن میں کفریہ باتیں ہوں کافروں اور فاسقوں کی مدح ہو، گناہ اور گناہوں کی چیزوں کی تعریف ہو، عشقیہ غزلیں ہوں جو گناہوں پر ابھارتی ہوں۔ عام طور سے ایسے ہی اشعار کو پسند کیا جاتا ہے اور ایسے ہی اشعار کی مذمت کی گئی ہے۔

قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟

وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع فقال إن المفلس من أمتي من ياتي يوم القيمة بصلوة وصيام وزكوة ويأتي قد شتم هذا واكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطي هذا من حسناته وهذا من حسناته فإن فنيت حسناته قبل أن يقضي ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسہ والا کون

ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال اور سامان نہ ہو آپ نے فرمایا بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے گا۔ اور ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ اس کو گالی دی ہوگی اور اسے تہمت لگائی گئی ہو۔ ایک کا مال کھایا ہوگا۔ دوسرے کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔

لہذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دیدی جائیں گی اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۳۵ از مسلم)

نیکیوں اور برائیوں سے لین دین

تشریح: حضرت ابو ہریرہ سے بھی روایت فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی پر کسی قسم کا کوئی ظلم کیا ہو اس کی بے آبروئی کر کے یا اور کسی طرح کوئی زیادتی کر کے (مثلاً قرض دبا کر یا مال میں خیانت کر کے) تو آج ہی اس سے حلال کر لے (یعنی ادا کر کے یا معافی مانگ کر ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے اس دن سے پہلے جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔ (اور نیکیوں سے اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ اگر ظلم و زیادتی کرنے والے کے نیک عمل ہوں گے تو ظلم و زیادتی کے بقدر اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

مظلوم کی برائیاں ظالم کے اوپر ڈال دی جائیں گی

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ظلم کے بہت سے شعبے ہیں۔ بہت سے لوگ مال

دبا لینے کو یا مار پیٹ کو ظلم و زیادتی سمجھتے ہیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، غیبت سننا، تہمت لگانا، ڈانٹ دینا جھڑک دینا، رسوا کرنا اور کسی بھی طرح سے آبرو ریزی کرنا جو روزمرہ کا مشغلہ رہتا ہے اس کو بالکل بھی ظلم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس طرح ناجائز طور پر مال کھا جانا ظلم ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر بے آبرو کرنا ظلم ہے۔ حدیث بالا میں صاف مذکور ہے کہ بڑی بڑی نیکیاں لے کر آنیوالے میدان قیامت میں اس لئے مفلس رہ جائیں گے کہ جو لوگوں پر انہوں نے مظالم کئے تھے ان کی وجہ سے نیکیاں دینی پڑیں گی اور مظلوموں کے گناہ اپنے سر لینے پڑیں گے ان مظالم میں حضور اقدس ﷺ نے گالی دینے، تہمت لگانے کا بھی ذکر فرمایا اور یہ دونوں زبان کے گناہ ہیں۔ ناجائز مال کھانا، خون بہانا، مار پٹائی کرنا بھی مظالم کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ چیزیں زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے صادر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ زبان کو بھی ان میں دخل ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے کسی پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا ہوا ہے آج ہی اس دنیا میں حلال کرلے کیونکہ قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی کرنی پڑی تو بہت ہی سخت معاملہ ہوگا۔ وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ جن لوگوں پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا تھا ان کو اپنی نیکیاں دینی ہوں گی اور وہ ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے پھر اپنے اور ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر دوزخ میں جانا ہوگا اور یہ کوئی سمجھداری کی بات نہیں کہ اپنی نیکی کر کے دوسروں کو دیدیں۔ دوسروں پر ظلم کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے ہر شخص اپنا حساب لے اور جو مظالم ہو چکے ان کے بارے میں فکر کر کے قابل ادا ئیگی حقوق کی ادائیگی کرے یعنی مالی حقوق ادا کردے اور جو کسی کو

مارا پیٹا ہو، ڈانٹا ڈپٹا ہو یا کسی بھی طرح کسی کی بے آبروئی کی ہو، گالی دی ہو تہمت لگائی ہو، غیبت سنی ہو ان سب کی معافی مانگ لے اور جن جن لوگوں پر ظلم کیا ہو۔ ان کا دل خوش کردے۔ اپنے جان و مال کیلئے بددعا نہ کرو: **وعن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوا علی أنفسکم ولا تدعوا علی أولادکم ولا تدعوا علی أموالکم لا توافقوا من اللہ ساعۃ یسال فیھا عطاء فلیستجب لکم۔** (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بددعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ جل شانہ سے بددعا کر بیٹھو اور وہ تمہاری بددعا قبول فرمالے۔ (مشکوٰۃ ۱۹۴ از مسلم)

تشریح: دعا بہت بڑی چیز ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دعا سے بڑھ کر اللہ تعالی کے نزدیک کوئی عمل نہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ جل شانہ سے سوال نہیں کرتا اللہ جل شانہ اس پر غصہ ہو جاتے ہیں۔ (عن المشکوٰۃ)

ظاہر ہے کہ جو چیز اتنی بڑی ہے اس کے کچھ آداب بھی ہوں گے اور یہ آداب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے بندوں کو اللہ سے جوڑا اور غافلوں کو اللہ سے لو لگانے کی طرف توجہ دلائی، دعا کی فضیلت بتائی اس کے طریقے سمجھائے دعا کے الفاظ بتائے اور آداب سکھائے اس حدیث میں ایک خاص نصیحت فرمائی اور وہ یہ کہ دعا ہمیشہ خیر کی کرنی چاہیے۔ دکھ تکلیف اور شر اور ضرر کی کبھی دعا نہ مانگے کیسی بھی کوئی تکلیف ہو اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے اور جان مال کیلئے بددعا کے

الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے۔خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو اس نصیحت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ کوسنے پیٹنے میں ان کی زبان بہت چلتی ہے بات بات میں شوہر کو، بچوں کو، جانوروں کو حتی کہ گھر کی ہر چیز کو اپنی بددعا کا نشانہ بناتی رہتی ہیں جہاں کسی بچے نے کوئی شرارت کی کہہ دیا کہ تجھے ڈھائی گھڑی کی آئے کسی کو کہہ دیا لوٹنی لیا ،کسی کو ہیضہ کی کلی کی بددعا دے دی، کسی کو اللہ مارا بتادیا اور کوئی سامنے نہ آیا بکری ہی کو کوسنے کا نشانہ بنادیا۔مرغی کا ناس کھودیا، کپڑے کو آگ لگنے کی بددعا دیدی لڑکے کو کہہ دیا کہ تو مرجاتا، بیٹی کو کہہ دیا کہ تیرا برا ہو وغیرہ وغیرہ،عورتوں کی بے لگام زبان چلتی رہتی ہے اور کوسنے پیٹے اور بددعا کا ڈھیر لگادیتی ہیں اور یہیں سمجھتیں کہ ان میں سے اگر کوئی بد دعا اللہ جل شانہ کے یہاں مقبول ہوئی اور کوئی بچہ مرگیا، مال کو آگ لگ گئی یا اور کسی طرح کا نقصان ہوگیا تو کیا ہوگا؟ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقبولیت کی گھڑی میں بددعا کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ دعا قبول ہوجاتی ہے اور

جب کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو رونے اورٹسوے بہانے بیٹھ جاتی ہیں۔اور یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ اپنی ہی بددعا کا نتیجہ ہے اب رونے سے کیا ہوتا ہے۔اللہ سے جو مانگا مل گیا، پہلے زبان پر قابو کیوں نہ رکھا، بہت سے مرد بھی ایسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا کاروبار کے لئے بددعا کے الفاظ زبان سے نکال بیٹھے ہیں، مرد ہوں یا عورت سب کو اس حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ اپنے لئے اور اپنی جان مال کیلئے بددعا نہ کریں۔جب اللہ جل شانہ سے مانگنا ہی ہے تو مصیبت اور نقصان اور موت کی دعا کیوں مانگیں نفع اور خیر کی دعا کیوں نہ مانگیں اور موت کے بجائے درازیٔ عمر کا سوال کریں۔

موت کی دعا کرنے کی ممانعت

بعض لوگ تکلیف اور مصیبت کے موقع پر موت کی دعا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ چنانچہ ارشاد ہے۔

لا یتمنین أحدکم الموت من ضر أصابه فإن کان لا بد فاعلا فلیقل اللهم أحیني ما کانت الحیوه خیر الی و توفني إذا کانت الوفاة خیر الی۔ (مشکوۃ ۱۳۹۶)

ترجمہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے بس اگر بہت مجبور ہو جائے اور دعا کرنا چاہے تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دینا۔

بہت سی عورتیں اپنی جہالت سے موت کی بد دعا کرنے لگتی ہیں اور اللہ پاک کی شان میں بے ادبی بھی کر دیتی ہیں۔ مثلا یہاں تک کہہ گزرتی ہیں کہ تو مجھے کیوں نہیں اٹھالیتا تیرے یہاں میرے لئے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ چونکہ بد دعا اور کوسنا پیٹنا بھی آفات لسان میں داخل ہے اس لئے یہ حدیث ہم نے اس رسالہ میں نقل کی ہے۔

اللہ جل شانہ نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ موت بھی دے سکتا ہے اور زندگی بھی۔ جب قادر مطلق سے مانگنا ہے، تو بد حالی اور ضرر اور شر کی دعا کیوں مانگیں، اس سے ہمیشہ خیری کی دعا مانگنا لازم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے۔ جو بہت کمزور ہو چکے تھے اور کمزوری کے باعث چوزے کی

طرح نظر آرہے تھے، ان کا حال دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم اللہ تعالی سے کسی چیز کی دعا کرتے رہے ہو یا کسی بات کا سوال کرتے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے آپ آخرت میں جو سزا دینے والے ہیں وہ سزا، ابھی مجھے دنیا میں دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ تمہیں اس (عذاب کے سہنے کی طاقت نہیں ہے تم نے یہ دعا کیوں نہ کی کہ: **اللهم اتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔**

ترجمہ: اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے (یعنی دونوں جہاں میں اچھی حالت میں رکھ) اور عذاب دوزخ سے بچا۔

اس حدیث کے راوی حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان صاحب نے یہی دعا کی تو اللہ جل شانہ نے ان کو شفاء دیدی۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہیے اور دکھ تکلیف کی بھی دعا نہ مانگے اور اللہ سے ہمیشہ خیر کا سوال کرے۔

جن صحابی کا ابھی اوپر واقعہ بیان ہوا ان کو حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی، **اللهم ربنا اتنا في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔** سیدعا بہت جامع ہے اس میں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کا سوال آجاتا ہے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

قرآن مجید میں بھی اس دعا کی ترغیب آئی ہے ہم کو بھی اکثر یہ دعا مانگنی چاہیے ۔حضور اقدس ﷺ کو جامع دعائیں پسند تھیں۔ جامع سے مراد وہ دعا ہے جس میں دنیا و

آخرت کی سب حاجتوں یا بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے اس میں الفاظ کم ہوتے ہیں اور معانی کا پھیلاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ان ہی جامع دعاؤں میں عافیت کی دعا بھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر (ایک مرتبہ) تشریف لے گئے پھر (اس وقت کے بعض ظاہری و باطنی حالات و کیفیات کی وجہ سے رونے لگے اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ جل شانہ سے معافی کا اور عافیت کا سوال کرو کیونکہ کسی شخص کو دولت ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ملی۔ (ترمذی)

عافیت کا سوال کرنے کا حکم

عافیت بہت جامع لفظ ہے۔ صحت تندرستی، سلامتی، آرام، چین، سکون، اطمینان ان سب کو شامل ہے۔ عافیت کی دعا بہت زیادہ کرنی چاہیے۔ دنیا و آخرت میں عافیت نصیب ہونے کی دعا کیا کریں اگر یہ لفظ یاد کرلیں تو بہتر ہے۔ **اللهم إني أسلك العافية والمعافاة في الدنيا والأخرة**: اے اللہ! میں آپ سے عافیت اور معافی کا سوال کرتا ہوں دنیا اور آخرت میں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لا یسا الله عبد شیئا أحب إلیه من أن یسال العافية۔ (مستدرک حاکم)

یعنی اللہ جل شانہ سے کسی بندے نے کوئی سوال ایسا نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک عافیت کے سوال سے زیادہ محبوب ہو۔ دعاؤں کے فضائل اور آداب وغیرہ کے لئے ہماری کتاب دعاء کا صحیح طریقہ کا ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ غلط بتانے اور مشورہ غلط دینے کا وبال

وعن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أفتى بغير علم كان اثمه على من افتاه ومن أشار على أخيه بأمر يعلم أن الرشد في غيره فقد خانه۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا۔ اوراس نے اس پر عمل کر کے غلط کام کرلیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا جس نے اس کو فتوی دیا اور جس نے کسی کام کے سلسلہ میں بھائی کو ایسا مشورہ دے دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ بہتری اس کے علاوہ دوسرے مشورہ میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔ (مشکوۃ الصالح ۵ ۱۳ از ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث پاک میں بغیر علم کے مسئلہ بتانے کی وعید سے آگاہ فرمایا ہے۔ اول تو مسئلہ معلوم کرنے والے پر لازم ہے کہ ہر ڈاڑھی والے کو دیکھ کر عالم ومفتی سمجھتے ہوئے مسئلہ معلوم کرنے نہ لگ جائے۔ بلکہ جس کے بارے میں اہل علم اور اہل تقوی گواہی دیتے ہوں کہ عالم اور مفتی ہے ایسے شخص سے مسئلہ معلوم کرے جس کو علم نہیں ہے جس سے پوچھا جائے اس پر لازم ہے کہ اگر مسئلہ نہ جانتا ہو تو صاف کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ اٹکل اور گمان سے ہرگز نہ بتادے اگر غلط مسئلہ بتادیا اور سائل نے اس پر عمل کرلیا تو اس کا گناہ اس جاہل مفتی پر ہوگا اور جب تک وہ اس پر عمل کرتا رہے گا اور دوسروں کو بتاتا رہے گا۔ اس کا وبال غلط فتوی دینے والے پر پڑتا رہے گا۔

فتویٰ دینے میں احتیاط کی ضرورت

اس زمانے میں لوگ مسئلہ بتانے کی ذرا ذمہ داری محسوس نہیں کرتے جہاں ایک دو کتاب پڑھ لی مسائل کے دریا بہانے لگے اگرکسی بڑے عالم محقق ومفتی کے پاس کوئی سائل مسئلہ معلوم کرنے پہنچ جائے تو عالم ومفتی غور وفکر میں لگ جاتا ہے۔اور مجلس میں بیٹھے ہوئے نیم ملا بتا کر ختم بھی کر دیتے ہیں اور اب تو یہ مصیبت سوار ہوگئی کہ علما کو چھوڑ کر مغرب زدہ عربی داں فتوی دینے کو اپنا کام سمجھنے لگے ہیں۔اور چونکہ قرآن وحدیث سے نابلد ہیں۔اسلئے جونفس کہتا ہے اور یورپ کے مزاج سے جو چیز چپکتی ہے اس کو شریعت اسلامیہ بتانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! جس کو علم کی بات معلوم ہو اسے چاہیے کہ بتا دے اور جسے معلوم نہ ہو اسے چاہیے کہ کہہ دے۔اللہ اعلم (یعنی اللہ خوب جاننے والا ہے مجھے معلوم نہیں کیونکہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی علم کی بات ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے معلوم فرما کر سوال کا جواب دیا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عالم کی ڈھال لاادری ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ شیطان کے لئے اس عالم سے بھاری کوئی چیز نہیں ہے جو علم کے ساتھ بولتا ہے اور علم کی روشنی میں خاموش ہوجاتا ہے ایسے عالم کے متعلق شیطان کہتا ہے کہ اس کی خاموشی میرے اوپر اس کے بولنے سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو رونے لگتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود یہ کہ علم الخلائق تھے جب کوئی بات معلوم نہ ہوتی تھی تو جواب دینے میں توقف فرماتے اور وحی آنے کے بعد جواب دیتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی نے دریافت کیا کہ زمین میں سب جگہوں سے بہتر کون سی جگہیں ہیں؟ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کے آنے تک ٹھہر، (ان سے پوچھ کر بتایا جائے گا) وہ یہودی خاموش رہا اور (تھوڑی دیر میں حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وہ بات دریافت کی جو یہودی نے پوچھی تھی۔ سوال سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اور آپ اس بارے میں برابر کے لاعلم ہیں، میں رب تبارک تعالی سے دریافت کرتا ہوں اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام جب باری تعالی سے دریافت کرکے حاضر ہوئے تو بتایا۔ شر البقاع أسواقها وخير البقاع مساجدها سب سے بری جگہیں بازار ہیں اور سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں۔ (احیاء العلوم)

فتوٰی دینے میں احتیاط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھئے

حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین فتوی دینے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی تابعی کا بیان ہے کہ میں نے مسجد (یعنی مسجد نبوی میں ایک سوبیس (۱۲۰) صحابہ کو اس حال میں پایا کہ جب ان میں سے کسی ایک سے حدیث یا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرے علاوہ دوسرے بھائی سے دریافت کرلیتا تو اچھا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان میں سے کسی سے دریافت کیا

جا تا تو وہ سائل کو دوسرے کے پاس اور تیسرا چوتھے کے پاس حتی کہ وہ سائل گھوم پھر کر اسی کے پاس پہنچ جا تا تھا جس سے سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔ حضرت انس سے جب سوال کیا جا تا تو فرماتے تھے۔ **سلوا مولانا الحسن** ہمارے سردار حسن بصری سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابن عباس سے مسئلہ دریافت کیا جا تا تو فرماتے کہ حارثہ بن زید سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابن عمر سے سوال ہوتا تو فرماتے تھے کہ سعید بن المسیب سے معلوم کرلو۔

ابن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے عالموں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ (بعض ایسے مسائل میں تنہا) فتوی دیدیتے ہیں کہ اگر وہ مسئلہ حضرت عمر فاروق سے دریافت کیا جا تا تو وہ اس کے لئے اہل بدر کو جمع کر کے دریافت فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ بعض مسائل کے بارے میں عمر بھر فیصلہ نہ کر سکے۔ (**منہامسئلة الدھر**) احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت امام مالک سے ایک بار ۴۸ مسائل دریافت کئے گئے تو صرف چھ سوال کا جواب دیدیا اور باقی ۴۲ کے متعلق فرمادیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اگر مسئلہ معلوم ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے کتاب دیکھ کر زبانی یا تحریری جواب دینا چاہیے۔ بڑے عالم کی نشانی ہے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور خوب فکر اور مطالعہ کے بعد جواب دے اگر معلوم نہ ہو تو دوسرے عالم کے پاس بھیج دے جیسا کہ حضرات صحابہ کا معمول تھا۔ عالم ومفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر مسئلہ بتانے میں بھول چوک ہوگئی اور غلط بتادیا تو علم ہوتے ہی فورا رجوع کر لیوے یعنی غلطی کا اقرار کر لیوے اور جس کو بتایا تھا اس کو کسی سے باخبر کردے۔

کسی کو مشورہ غلط دینا خیانت ہے

حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دیا اور اپنے دل میں سے اس سے بہتر مشورہ جانتا ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی ۔مطلب یہ ہے کہ امانت و خیانت صرف روپیہ پیسہ ہی میں نہیں ہوتی بلکہ مصلحت کے خلاف مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔ جب کسی نے تم سے مشورہ طلب کیا تو تم کو اپنا ہمدرد سمجھا اب تم کو لازم ہے کہ اگر مشورہ دو تو وہی مشورہ دو جو اس کے حق میں بہتر ہو۔ بہتری کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہوگا۔

خاموشی کی ضرورت اور فضیلت

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان يومن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم فليقل خيراًأو ليصمت ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ خیر کی بات کرے یا خاموش رہے۔ (بخاری ۶۰۱۸)

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کا حکم دیا۔ اول یہ کہ مہمان کا احترام کیا جائے۔ دوم یہ کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دیں سوم یہ کہ خیر کی بات کریں یا خاموش رہیں۔

خاموشی بے خطر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو عنوان اختیار فرمایا وہ مومنانہ زندگی کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔ آپ چاہتے تو یوں فرماتے کہ ایسے ایسے کام کرو۔ لیکن اس کو یوں فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ایسا ایسا کرے یعنی یہ کام ایمان والوں کے کرنے کے ہیں۔ اور یہ مومن کے خاص اوصاف ہیں۔ جس کے دل میں ایمان ویقین کی مایہ ہو گی وہ پڑوسی کے حقوق کی ضرور نگہداشت کریگا۔ اس کو تکلیف نہیں دے گا۔ مہمان کا اعزاز و اکرام کرے گا۔ اور زبان کا بے جا استعمال نہ کرے گا یا تو خیر کے کلمات زبان سے نکالے گا یا خاموش رہے گا۔ خیر کے الفاظ میں اللہ کا ذکر، تلاوت، استغفار، درود شریف، امر بالمعروف نہی عن المنکر دینی تعلیم وتدریس سب کچھ داخل ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کوشش یہی کرنی چاہیے کہ زبان خیر کے کلمات میں استعمال ہوتی رہے لیکن اگر کوئی شخص اتنی ہمت نہیں کرتا کہ خیر ہی کے کلمات میں زبان کو لگائے رکھے۔ تو پھر اس پر لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے۔

بولنے میں بہت خطرات ہیں اور خاموشی بے خطر چیز ہے حضرت عبداللہ ابن عمر نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **من صمت نجا**، (یعنی جس نے خاموشی اختیار کی اس نے بہت سی آفات ومہلکات سے نجات پائی۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ ان میں

ایک یہ بھی تھی کی علیک بطول الصمت فائنہ مطر دۃ للشیطان وعون لک علی امر دینک یعنی تم لمبی خاموشی اختیار کرو کیونکہ اس کے ذریعہ شیطان ذلیل ہو کر دور ہو گا۔ اور اس سے تمہارے دینی کاموں میں مدد ملے گی۔ (مشکوۃ)

کیونکہ شیطان زبان ہی کے ذریعہ انسان پر زیادہ قابو پاتا ہے۔ اگر کسی نے زبان بند رکھی تو شیطان کے حربہ اور حملہ سے بہت زیادہ محفوظ رہے گا اور دینی امور انجام دینے میں اس کی اللہ پاک کی طرف سے مدد ہوتی رہے گی۔

طویل خاموشی کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر کو خطاب کر کے فرمایا کیا میں تم کو کوئی ایسی باتیں نہ بتادوں جن پر عمل کرنا بہت ہلکی اور آسان چیز ہے اور اعمال کی ترازو میں خوب بھاری ہوگی۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک تو طویل خاموشی ہے (یعنی خوب زیادہ چپکا رہنا اور دوسری چیز اچھے اخلاق ہیں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ساری مخلوق نے ان دو کاموں جیسا فائدہ مند عمل نہیں کیا۔ (مشکوۃ)

کم بولنا نعمت ہے

ان سب روایتوں سے خاموش رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

درحقیقت یہ بہت بڑا عمل ہے بولنے کی عادت نہ ہوگی تو ہر طرح کی بدکلامی سے غیبت اور تہمت سے، لایعنی باتوں سے فضول کلام سے محفوظ رہے گا۔ اگر زبان کو نیک

کاموں میں استعمال نہ کرسکتا ہوتو پھر خاموشی ہی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ مجھے بولنے پرتو بارہا ندامت ہوتی ہے لیکن خاموشی پر بھی شرمندگی نہیں ہوتی۔

آپ جو کچھ بولتے ہیں ہوا میں نہیں اڑ جاتا وہ لکھا جاتا ہے

قرآن مجید میں فرمایا: مایلفظ من قول إلا لدیہ رقیب عتید۔ (وہ انسان کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگراس کے پاس ایک نگرانی کرنے والا تیار ہے۔ جو کچھ بولا جاتا ہے اس کا حساب کتاب ہے، نفع نقصان ہے۔ دنیا و آخرت میں جزا یا سزا ہے، لہذا خوب دیکھ بھال کر ضروت کے لئے تھوڑی بہت بات کریں ورنہ خاموش رہیں۔ اور جو بات کریں وہ بھی جائز ہو۔ اور اگر زبان کو نیکی میں لگائیں تو اس کا تو کہنا ہی کیا ہے، بولنے کے گناہ بہت زیادہ ہیں اور خاموشی بہت کم کسی موقع میں گناہ بن جاتی ہے۔ مثلا جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہو۔ وہاں خاموشی اختیار کر لی جائے تو گناہ ہوگا لیکن عام حالات میں خاموشی ہی بہتر اور افضل ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ زیادہ بولنے کو کمال سمجھتے ہیں زیادہ بولنا کمال نہیں ہے۔ خاموشی بولنے سے زیادہ کمال کی نعمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبت ہونے کی اور کم بولنے کی نعمت دے دی گئی تو اس سے قریب ہو جاؤ (یعنی اس کی صحبت اختیار کرو کیونکہ اس پر حکمت کا ارتقاء ہوتا ہے (یعنی اس کے دل میں اللہ پاک حکمت کی باتیں ڈالتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۴۶)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا اللہ تعالی اس کی ان

چیزوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے جن کا ظاہر ہونا ناگوار ہوتا ہے اور جس شخص نے اپنے غصہ کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا اور جو شخص اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے (یعنی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرمائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۳۴)

زبان ایک درندہ ہے جو آپ کو کھا بھی سکتی ہے

حضرت طاؤس نے فرمایا کہ میری زبان درندہ ہے اگر اسے چھوڑ دوں گا تو مجھے کھا جائے گی، حضرت حسن نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے دین میں عقلمند نہیں ہے جو اپنی زبان محفوظ نہیں رکھتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر تم کو اپنی باتوں کی کتابت کے لئے کاغذ خرید نے پڑتے تو اس کی قیمت کے بوجھ کی وجہ سے زیادہ بولنے سے رک جاتے۔ حضرت ربیع بن خثیم نے بیس سال تک دنیا کی بات نہیں کی اور جب کوئی بات کرتے تو ایک دوات اور کاغذ اور قلم پاس رکھ لیتے تھے جو بھی بات کرتے اس کو لکھ لیتے پھر شام کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے تھے کہ فلاں فلاں بات کس ضرورت سے کہی اور بقدر ضرورت کہی یا ضرورت سے زیادہ ان اکابر کے یہ واقعات احیاء العلوم وغیرہ میں لکھے ہیں۔

زیادہ بولنا سخت دلی کا باعث ہے

وعن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما قال قال رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فإن کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قشرۃ للقلب وابعد الناس من اللہ القلب القاسي۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات کرنا دل کی سختی کا باعث ہے اور بلاشبہ اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی قلب ہے جو سخت ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ۱۹۸ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر جس قدر چاہے کرے خیر ہی خیر ہے۔ دنیا میں بھی اس کی وجہ سے سکون واطمینان ہوتا ہے آخرت میں بھی بڑے بڑے اجور وثمرات ملتے ہیں۔ اور بلند درجات نصیب ہوتے ہیں۔ ذکر اللہ میں وہ باتیں بھی داخل ہیں جو دینی ضرورت سے کی جائیں۔ مثلاً دینیات کا پڑھنا پڑھانا مسائل سیکھنا سکھانا، خیر کی راہ بتانا، برائی سے روکنا وغیرہ۔ ذکر کے علاوہ بات نہ کی جائے۔ انسان کو دنیاوی ضرورت کے لئے بھی زبان کھولنی پڑتی ہے لیکن بقدر ضرورت تھوڑی بہت بات کر کے کام چلانا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ مت بولو۔ کیونکہ زیادہ بولنے سے دل میں سختی آجاتی ہے۔ اور یہ دل کی سختی اللہ کے ذکر سے اور دوسرے دینی مشاغل سے روک دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس سخت دلی کا مظاہرہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی اور مخلوق کے ساتھ بھی رحم اور کرم اور شفقت کا برتاؤ نہیں رہتا۔ مزاج میں سختی آجاتی ہے ضعیفوں پر رحم نہیں ہوتا اور باتوں میں بھی اور ٹیڑھا پن آجاتا ہے جس کے مظاہرے برابر ہوتے رہتے ہیں۔ جو لوگ خواہ مخواہ جھک جھک کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے علاوہ کثرت کلامی میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہری باطنی حالات اور معاملات کا جائزہ لیا جائے تو دل کی قساوت اور سختی واضح طور پر عیاں ہو جائے گی۔

وعن أم حبيبة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل كلام ابن آدم عليه لا له إلا أمر بمعروف أو نهى عن منكر أو ذكر الله۔ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات (جو اس کے منہ سے نکلے اس کے لئے وبال ہے اور نقصان کی چیز ہے اس کے نفع کی چیز نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ امر بالمعروف کرے یا نہی عن المنکر کرے یا اللہ کا ذکر کرے۔ (مشکوۃ المصابیح ۱۹۸ از ترمذی)

سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات و شیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہوجاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سوسو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلادیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہوکر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلادیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکران تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالی کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ جمائے، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔

(سورہ الاعراف، آیت: 201)

ترجمہ: بلا شبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے

اوردر و د و نعت ختم الانبیا ء کیو ا سطے

اور سب اصحاب وآل مجتبی کے واسطے

رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

بالخصوص ان اولیائے باصفاکے واسطے

مولوی اشرف علی شمس الہدی کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطاکے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہل غزاکے واسطے

شیخ عبدالباری شہ ِبے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیزدوسراکے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل وراکے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتداکے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبد قدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمدعارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیراولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکرگنج بقاکے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلاکیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریا ء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیاکے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارساکے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے وا سطے
شیخ ابو اسحاق شامی خوش اداکیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیا ء کیواسطے
ہا دی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرورعالم محمد مصطفے کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذات ِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیو اسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے
کررہا ئی کا سبب اس مبتلا کیو اسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہا را عابدو ں کیو اسطے
ہے عصا ئے آہ مجھ بے دست وپا کیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے

☆☆☆☆

معمولات

صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت و عاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ ________ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْه ________ 100 بار

درود شریف۔ ________ 100 بار

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ________ 200 بار

اِلَّا اللّٰه۔ ________ 400, بار

اَللّٰهُ اللّٰه۔ ________ 600, بار

اَللّٰهُ۔ ________ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم از کم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ

صبح کے معمولات

أَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ______ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

اَللہُ اللہ۔ ______ 100،بار

اللہ۔ ______ 100،بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ ______ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100،بار

لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ______ 100،بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ______ 100،بار

طبقۂ اخیر کیلئے

صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ______ 33،بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہ۔ ______ 33،بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ______ 33،بار

قرآن شریف کی تلاوت کم ازکم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ______ 33،بار

استغفار۔ ______ 33،بار

درود شریف۔ ______ 33،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

{مؤلف کا تعارف}

نام	:	محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔
ولادت و پیدائش	:	مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)
ابتدائی تعلیم	:	

ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول	:	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)
عربی دوم، سوم	:	مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)
اعلی تعلیم	:	عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)
فراغت	:	سنہ ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں:

فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات :

خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔

۱۷۔تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲ ۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اوراخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلدسوم۔

۲۸۔دعاءکا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نمازاوران کےضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اوروبال کا طالب ہے۔

۳۴۔روح اورنفس کےاوصاف احوال اورانجام۔

۳۵۔اتحادواتفاق کےبغیرآپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۶۔علماءکرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۷۔مزارات اولیاءکرامؒ اوران کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

۳۸۔اصلاحی واقعات جلد چہارم۔

۳۹۔رجب المرجب اورشعبان المعظم پرایک تحقیقی مطالعہ۔

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کردیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کرکے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہوکر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھوکر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کردے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں